تعمیرِ حیات لکھنؤ

ہفت روزہ

شعبۂ تعمیر و ترقی دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

جلد نمبر ۱۹ | ۱۰ر جون سنہ ۱۹۸۲ء — ۱۷ر شعبان المعظم سنہ ۱۴۰۲ھ | شمارہ ۱۵

زرِ تعاون

اندرون ملک	بیس روپے
فی پرچہ	ایک روپیہ
بیرون ملک بحری ڈاک جملہ ممالک	۵ پونڈ
ہوائی ڈاک	
ایشیائی ممالک	۷ پونڈ
افریقی ممالک	۸ پونڈ
یوروپ و امریکہ	۱۰ پونڈ

اداریہ

محمد رابع ندوی

حضرت شیخ کی وفات

یوم دوشنبہ یکم شعبان بعد نماز عصر مدینہ منورہ میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی اپنے پروردگار سے جا ملے اور اس طرح اپنی دیرینہ تمنا کے مطابق اس دنیا سے رخصت ہوتے پر گہوارہ صحابہ و اولیاء قبرستان شہر نبوی بقیع شریف کے پیوند خاک ہوئے۔ اس کے لئے حضرت شیخ نے برسوں سے تیاری کر رکھی تھی اور ہند و ستان سے ہجرت اختیار کر کے مدنی وطنیت حاصل کی تھی اور مسجد نبوی شریف کے جوار میں علالت و صحت کے ساتھ عبادت و حاضریٔ مسجد نبوی میں وقت گزارتے تھے۔

حضرت شیخ نے اپنی تمنا پوری کی اور اس دن وفات پائی جو دن ان کے اور ہم سب کے آقا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا دن ہے اور اس طرح اپنی محبت رسول کی قبولیت کا ایک اشارہ بھی حاصل کر لیا، اللہ تعالیٰ اپنے یہاں ان کے درجات مقبولیت زیادہ سے زیادہ بڑھائے اور بلند سے بلند مقام رضا عطا فرمائے۔

حضرت شیخ کی رحلت سے بزرگوں اور علماء اعلام کا وہ عہد ختم ہو گیا جو بانی تبلیغ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ، مجاہد کبیر شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ اور ولی کامل حضرت مولانا عبد القادر رائپوری رحمۃ اللہ علیہ سے مزین اور آراستہ تھا۔ یہ ایک عظیم داعی، عالم، مربی، مجاہد طبقہ تھا، جو ملت اسلامیہ کا اس دنیا میں سہارا تھا، کتنے طوفانوں اور فتنوں میں ڈھال بنتا تھا اور مسلمانوں کی قومی اور مذہبی زندگی میں رہنمائی کا فریضہ پورا کرتا تھا، یہ ایک چھتری تھی جس میں کم از کم برصغیر ہند و پاک کے مسلمان اپنی مذہبی، علمی اور دعوتی پریشانیوں میں سایہ حاصل کرتے تھے، زعماء دین کی اس اولین صف کے افراد ایک ایک کر کے اُٹھتے گئے، اور بالآخر اس صف کے آخری فرد حضرت شیخ بھی اس دنیائے فانی سے رخصت ہوئے۔

حضرت شیخ نے عمر کی ۸۰ سے زیادہ منزلیں طے کیں، لیکن وہ ملت کی تربیت و رہنمائی سے ایک گھڑی کے لئے نہ تھکے اور نہ سست پڑے، شدید علالت میں بھی ہزاروں وابستگان تربیت کی رہنمائی اور فکر کا فریضہ انجام دیتے رہے، اسی کے ساتھ ساتھ ایک غیر معمولی علمی شخصیت کی حیثیت سے برابر ادائیگی فرض کرتے رہے۔ جامعہ مظاہر علوم میں حدیث شریف کا درس بڑے معیاری طریقہ سے انجام دیتے رہے اور درس کی جامعیت اور شہرت کی وجہ سے نہ صرف جامعہ مظاہر علوم بلکہ پورے ہند و پاک میں اسی نسبت سے معروف ہوئے اور شیخ الحدیث کا لقب ان کا اصلی لقب بن گیا، تدریس حدیث کے ساتھ ساتھ تصنیف و تالیف کا کام بھی ایسے بڑے پیمانے پر انجام دیتے رہے کہ حدیث میں تصنیفی کام کی تعداد و اہمیت میں منفرد مقام حاصل کیا۔ علم حدیث کے دائرہ میں تصنیفی کام کے ساتھ ساتھ تربیتی میدان میں بھی ان کی تصنیفات کو وہ مقبولیت و عمومیت حاصل ہوئی کہ اس موضوع کی دیگر معاصر کتابوں کو کم حاصل ہوئی ہوگی۔ ان کی فضائل کی کتابوں کو آج شہرۂ آفاق مقام حاصل ہے، نجواب ایک مجموعہ کی شکل میں تبلیغی نصاب کے نام سے معروف ہیں۔

حضرت شیخ کاندھلہ کے ایک معزز خاندان کے فرد تھے ان کے خاندان کی وہ شاخ جس میں وہ ہی دین و علم دین میں خصوصی مقام کی حامل رہی، اس میں ان کے دادا مولانا محمد اسمٰعیل صاحب، ان کے والد مولانا محمد یحییٰ صاحب، ان کے چچا مولانا محمد الیاس صاحب، ان کے چچازاد بھائی مولانا محمد یوسف صاحب سب دعوت و علم دین کے آفتاب و مہتاب تھے۔

حضرت شیخ نے اپنے عظیم والد حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب کاندھلوی سے خصوصی تربیت حاصل کی اور ان کی وفات کے بعد ان کے شیخ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری کے واسطہ ہوئے اور ان کی تربیت و علمی خصوصیات سے ایسا استفادہ کیا اور ان کے اعتماد کو حاصل کیا کہ ان کے بعد ان کے حقیقی جانشین و نائب ہوئے، خدمت حدیث میں ان کے کام کی تکمیل کی اور ان کے بعد اس کا سلسلہ جاری رکھا، سنن ابی داؤد کی شرح بذل المجہود کی تکمیل میں ان کا پورا ہاتھ بٹایا اور پھر اس کی اشاعت کے کام کو انجام دیا، بخاری شریف کے مختلف پہلوؤں پر اپنی قیمتی علمی کاوشیں پیش کیں نیز غرات النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک بڑی تحقیقی کتاب لکھی۔

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے تربیت باطنی کا کام بہت بڑے پیمانے پر انجام دیا اور ہزاروں لاکھوں متوسلین کے مرجع بنے، ان کے ساتھ رمضان المبارک کی ساعات کو عبدیت و عبادت میں گزارنے کے لئے ان کی اعتکاف گاہ مسجد میں سیکڑوں آدمیوں کا مجمع ہوتا تھا جو ان کے ساتھ مہینہ بھر کا اعتکاف کرتے اور اپنی روح و باطن کو عبدیت کی کیفیات سے آراستہ کرتے، یہ سلسلہ گزشتہ رمضان تک جاری رہا۔

غیر رمضان میں بھی ان کی قیام گاہ پر طالبین اصلاح باطن کا مجمع رہتا اور وہ ان سب کی مہمان نوازی کرتے اور ان کی دینی اصلاح و مدد کا باعث بنتے۔

اتباع رسول، دین کو دنیا پر اور اپنی خواہش و آرام پر ترجیح دینے میں وہ مثالی حیثیت رکھتے تھے۔ سلف صالحین کے جو واقعات کتابوں میں ملتے ہیں ان کا نمونہ ان کی زندگی میں نمایاں طریقہ سے نظر آتا تھا، اخلاق، اکرام مسلم، ضیافت، دین کی حمیت، مسلمانوں کی اور اسلام کی سربلندی کی فکر، اتحاد بین المسلمین کے لئے کوشش، وسعت قلبی، بلند نظری، ذکاوت و فہم دین اور نہ معلوم کتنی ایسی صفات تھیں جو ان میں نگینوں کی طرح نظر آتی تھیں اور مخلوق خدا ان کی وجہ سے ان کی طرف کھنچتی اور ان سے وابستہ ہوتی تھی۔

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو مدارس کے ارتقاء و ترقی اور علم دین کی ترویج کے غیر معمولی دلچسپی تھی، مظاہر علوم کی خدمت و ترقی کے لئے تو انھوں نے اپنی توانائیاں اور اثر و نفوذ کو خوب خوب استعمال کیا، دار العلوم دیوبند سے بہت قریبی تعلق تھا لیکن ان کے علاوہ بھی بے شمار مدرسوں کی ترقی سے دلچسپی تھی، دار العلوم ندوۃ العلماء کے ناظم مولانا سید ابو الحسن علی ندوی کے تعلق سے ربط بڑھا اور تعلق میں اضافہ ہوا۔ یہ تعلق بعض وقت بہت غیر معمولی حد

اس دائرہ میں اگر سُرخ نشان ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس شمارہ پر آپ کا چندہ ختم ہو چکا ہے لہٰذا اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ دین و ادب کا خادم، ندوۃ العلماء کا ترجمان آپ کی خدمت میں پہنچتا رہے تو اس کا سالانہ چندہ مبلغ بیس روپے ارسال فرمائیے۔ اگر اگلے شمارہ کی روانگی سے پہلے آپ کا چندہ یا خط موصول نہ ہوا تو سمجھ کر کہ آپ کو دی۔ پی ہی سے چندہ ادا کرنے میں سہولت ہے۔ اگلا پرچہ صرف دی۔ پی خرچ Rs 24/25 کے مطالبہ میں دی۔ پی سے روانہ ہوگا۔ چندہ یا خط بھیجتے وقت اپنا نمبر خریداری لکھنا نہ بھولیں۔

کتاب و سنت سے (دوسری قسط)

خاص اوقات کی دُعائیں

مولانا سید عبد الحی حسنیؒ

حضرت عثمان بن عفان سے روایت ہے کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو شخص ہر دن کی صبح کو اور ہر رات کی شام کو بسم اللہ لا یضر مع اسمہ شیئ فی الارض ولا فی السماء وھو السمیع العلیم لم یضرہ شیئ (اللہ کے نام کا سہارا لیتا ہوں اس کے نام کے ساتھ زمین و آسمان کی کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکتی، وہ خوب سننے والا اور جاننے والا ہے۔ کو پڑھ لے تو اسے کوئی چیز نقصان نہ پہنچائے گی۔

(ابو داؤد و ترمذی)

حضرت علی بن ابی طالبؓ سے روایت ہے کہ ان کے پاس ایک مکاتب (ایسا غلام جس کو آقا نے کہا ہو کہ اتنی رقم دے دو تو آزاد ہو جاؤ گے) آیا اور اس نے کہا کہ میں اپنے پیسے ادا کرنے سے عاجز ہوں آپ میری مدد فرمائیے، تو حضرت علیؓ نے فرمایا کیا میں تمہیں وہ کلمات نہ سکھا دوں جو مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھایا تھا، اگر تم پر پہاڑ کے برابر قرض ہو گا تو اللہ تعالیٰ ادا فرما دے گا، تم کہو " اللھم اکفنی بحلالک عن حرامک واغننی بفضلک عمن سواک " (اے اللہ تو مجھے حلال عطا فرما کر حرام سے بچا اور اپنے فضل سے اپنے ماسوا سے مستغنی فرما دے)

(ترمذی)

حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو امامہ سے فرمایا، کیا میں تمہیں ایسی بات نہ بتاؤں کہ اگر اس کو پڑھ لو تو اللہ تعالیٰ تمہارے غم کو دور کر دے، اور تمہارا قرض ادا فرما دے۔ ابو امامہ نے عرض کیا ہاں اللہ کے نبی ماں باپ آپ پر قربان ہوں، آپ نے فرمایا، تم صبح و شام یہ دعا کیا کرو، " اللھم انی اعوذ بک من الھم والحزن واعوذ بک من العجز والکسل واعوذ بک من البخل والجبن واعوذ بک من غلبۃ الدین وقھر الرجال " (اے اللہ میں فکر و غم سے تیری پناہ چاہتا ہوں، عاجزی اور کاہلی سے تیری پناہ چاہتا ہوں، بخل اور بزدلی سے تیری پناہ چاہتا ہوں قرض کے غلبہ اور لوگوں کے ظلم سے تیری پناہ چاہتا ہوں) ابو امامہ کہتے ہیں میں نے یہ دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ہمارا غم دور کر دیا اور قرض ادا فرما دیا۔

(ابو داؤد)

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو شخص پابندی سے استغفار کرتا رہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو ہر تنگی سے نکالتا ہے اور ہر غم کو دور کرتا ہے اور روزی ایسی جگہ سے دیتا ہے جہاں سے اس کو وہم و گمان نہیں ہوتا۔

(ابو داؤد، نسائی، ابن ماجہ)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ جب کوئی آپ سے کسی تکلیف کی شکایت کرتا یا اس کو پھوڑا اور زخم ہوتا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی انگلی سے اس طرح فرماتے اور سفیان نے اپنی شہادت کی انگلی زمین پر رکھا پھر اٹھایا۔

بسم اللہ تربۃ ارضنا بریقۃ بعضنا لیشفی سقیمنا باذن ربنا۔

(اللہ کے نام کے ساتھ ہماری زمین کی مٹی ہمارے بعض لوگوں کے لعاب دہن کے ساتھ بحکم خداوندی ہمارے مریضوں کو شفا دیتی ہے)۔ (مسلم)

حضرت بن ابو العاص ثقفیؓ سے روایت ہے کہ انھوں نے اسلام لانے کے بعد سے اپنے جسم میں درد کی شکایت کی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا تمہارے جسم میں جہاں درد ہوتا ہے وہاں اپنا ہاتھ رکھو اور تین بار بسم اللہ کہو اور سات بار اعوذ باللہ وقدرتہ من شر ما أجد وأحاذر۔ (مسلم)

حضرت عثمان بن حنیفؓ سے روایت ہے کہ ایک اندھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا اے اللہ کے رسول آپ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بینائی عطا کر دے، آپؐ نے فرمایا، کیا تمہارے لئے دعا کروں؟ اس نے کہا اللہ کے رسول میری بینائی کا چلا جانا میرے لئے مصیبت بن گیا ہے، آپ نے فرمایا جاؤ وضو کرو پھر دو رکعت نماز پڑھو، پھر یہ دعا کرو، اللھم انی اسألک و اتوجہ الیک بنبیک محمد نبی الرحمۃ یا محمد انی اتوجہ الی ربی بک ان یکشف لی عن بصری اللھم شفعہ فیّ وشفعنی فی نفسی۔

(اے اللہ! میں تجھ سے مانگتا ہوں اور تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں، تیرے نبی محمد کے واسطے سے جو نبی رحمت ہیں، اے محمدؐ میں اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں آپ کے واسطے سے کہ میری بینائی کھول دے، اے اللہ تو ان کی سفارش میرے بارے میں قبول فرما، اور میری سفارش میرے نفس کے بارے میں قبول فرما) وہ لوٹا تو بینائی واپس آ چکی تھی۔ (ترمذی)

حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص کوئی کام کرنا چاہے تو دو رکعت نماز پڑھے پھر یہ دعا کرے،

اللھم استخیرک بعلمک واستقدرک بقدرتک واسألک من فضلک العظیم فانک تقدر ولا اقدر، وتعلم ولا اعلم وانت علام الغیوب اللھم ان کنت تعلم ان ھذا الأمر خیر لی فی دینی ومعاشی و عاقبۃ أمری أو قال عاجل أمری وآجلہ فاقدرہ لی ویسرہ لی، ثم بارک لی فیہ وان کنت تعلم أن ھذا الامر شر لی فی دینی و معاشی و عاقبۃ امری او قال عاجل أمری وآجلہ، فاصرفہ عنی واصرفنی عنہ واقدر لی الخیر حیث کان، ثم ارضنی بہ۔

(اے اللہ! میں تجھ سے تیرے علم کے ذریعہ خیر چاہتا ہوں، اور تیری قدرت کے ذریعہ قدرت اور تجھ سے سوال کرتا ہوں، تیری بڑی مہربانی سے اس لئے کہ تو قدرت رکھتا ہے اور مجھے قدرت نہیں اور تو جانتا ہے میں نہیں جانتا، اے اللہ اگر تو جانتا ہے کہ یہ کام (کام کا نام لیکر) میرے حق میں میرے دین و دنیا اور میرے انجام (یا) دیر سویر کے لحاظ سے بہتر ہے تو اس کو میرے لئے مقدر فرما دے اور میرے لئے آسان کر دے پھر مبارک فرما، اور اگر تو جانتا ہے کہ یہ کام میرے لئے، میرے دین و دنیا اور انجام دیا) دیر سویر کے لئے، اچھا نہیں تو اس کو مجھ سے پھیر دے اور مجھے اس سے باز رکھ اور میرے لئے بہتری مقدر کر جہاں ہو، پھر مجھے اس پر راضی کر دے)۔

بقیہ ص: ۶

جانے پر ہوٹل میں ملنے کے لئے خود بھی تشریف لے آتے اور قدر دانی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

شارقہ کے امیر شیخ سلطان بن محمد القاسمی ۱۹۷۲ء میں ریاست کے امیر منتخب ہوئے ان سے قبل ان کے بھائی شیخ خالد بن محمد القاسمی امیر تھے۔

علمی استعداد:

یہ دونوں بھائی طبیعت کے لحاظ سے اور مذہبی رجحانات میں دیگر امراء سے ممتاز رہے ہیں۔ موجودہ امیر شیخ سلطان اپنی اسی طبیعت کے ساتھ ساتھ تعلیمی لحاظ سے بھی بڑھے ہوئے ہیں، شاید مملکت کی تمام ریاستوں کے امراء میں جدید تعلیم کے لحاظ سے سب سے ممتاز ہیں۔ مملکت امارات میں بھی ان کو ان کی اس خصوصیت کی بنا پر خاص اہمیت حاصل ہے۔

پورے امارات کا رقبہ ۹۱ ہزار مربع کیلو میٹر ہے جس میں سب سے بڑا حصہ ابو ظبی کا ہے باقی میں دوسری ریاستیں ہیں۔ پٹرول کی پیداوار ۶۷ کروڑ ڈرم سالانہ ہے جس میں ۸۵ فی صدی ابو ظبی سے بقیہ دبئی اور الشارقہ سے نکلتا ہے۔ آبادی اب دس لاکھ کے ارد گرد ہو گی جس میں دو تین لاکھ مقامی باشندے اور بقیہ دیگر ممالک سے آکر بسے ہوئے لوگ ہیں۔ آبادی میں نمبر اول ابو ظبی، نمبر ۲ دبئی، نمبر ۳ شارقہ ہے۔ بقیہ ریاستوں کی آبادی بہت تھوڑی تھوڑی ہے۔

اختیار کرلیتا۔ وہ دار العلوم ندوۃ العلماء کے تعمیر وترقی کے لئے ایسی دلچسپی اور شفقت سے کام لیتے جو صرف اس کے سرپرستوں سے ہی متوقع ہو سکتی ہے وہ اس کے لئے اپنے قیمتی مشوروں، خبرگیری اور تعاون سے نوازتے، ان کے اس تعلق و خبرگیری نے دار العلوم ندوۃ العلماء کے اساتذہ وطلبہ کے دلوں میں حضرت شیخ کے لئے بے حد قدر وتشکر پیدا کیا وہ ان کو اپنا ایک عظیم سرپرست سمجھتے تھے۔ ان کی وفات کے سانحہ کو اس وجہ سے بھی دار العلوم ندوۃ العلماء میں بڑا سانحہ سمجھا گیا۔

ادھر کئی سال سے صحت کی معذوریوں اور علالتوں سے بالکل گھر گئے تھے، خود سے اٹھنے بیٹھنے سے بھی معذور تھے لیکن اس کے باوجود تربیتی ضرورت کے لئے مدینہ منورہ سے ہندوستان، ہندوستان سے مدینہ منورہ آنے جانے میں تکلف نہ کرتے خواہ اس میں کتنی ہی زحمت ہوتی اس سلسلہ میں ان کا آخری سفر ہندوستان، ایک غیر معمولی سفر تھا، جس کو انھوں نے صحت کی اپنی آخری درجہ کی معذوری کے باوجود اختیار کیا اور تکلیف اٹھائی۔

حضرت شیخ کی وفات سے پورا عالم اسلام اور خاص طور پر برصغیر ایک نہایت عظیم اور جامع مذہبی وعلمی شخصیت سے محروم ہو گیا اور ملت کی زندگی میں ایک ایسا خلاء پیدا ہو گیا، جس کو ایک آدمی تو کیا شاید کئی آدمی مل کر بھی عرصۂ دراز تک پُر نہ کر سکیں گے

آسماں ان کی لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

حضرت کے پس ماندگان:

حضرت کے پسماندگان میں حضرت کی کئی صاحبزادیاں ہیں اور مولانا محمد طلحہ صاحب ایک صاحبزادہ۔ مولانا محمد طلحہ صاحب کو حضرت شیخ نے نہایت ہی حکیمانہ انداز سے تربیت دی ہے کہ وہ بڑی حد تک حضرت کے مطمح نظر کے مطابق اور دینی لحاظ سے معیاری صفات کے حامل ہیں۔ وہ حضرت کی سب سے خورد اولاد ہونے کے باعث ابھی بالکل نوجوان ہیں۔

حضرت مولانا انعام الحسن کاندھلوی امیر تبلیغ حضرت کے داماد ہیں۔ حضرت شیخ کے بعد حضرت کے خاندان کے اب یہی سب سے بڑے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب حضرات کی حفاظت فرمائے اور ان کے برکات کا فائدہ زیادہ سے زیادہ دیرپا اور عام فرمائے۔ آمین۔

مولانا شاہ محمد جعفر صاحب پھلواروی رحمۃ اللہ علیہ

(تصحیح و اضافہ)

تعمیر حیات کے شمارہ ۲۵ر اپریل میں ایک بزرگ ندوی فاضل مولانا شاہ محمد جعفر میاں پھلواروی پر ایک تعزیتی نوٹ مجلّت میں نکلا تھا جس میں معلومات بہت سرسری تھیں۔ مرحوم سے قریبی واقف اور صاحب تعلق اور ندوۃ العلماء کے محترم فاضل مولانا عبداللہ عباس ندوی مدظلہ (مکہ مکرمہ) نے اس امر کی طرف توجہ دلائی لہٰذا بطور تلافی معذرت کے ساتھ ذیل میں چند سطریں قلمبند کی جارہی ہیں۔

مولانا شاہ محمد جعفر میاں صاحب ندوی اور ان کے برادر بزرگ مولانا شاہ غلام حسنین ندوی چشتی دونوں نے دینیات کی تعلیم اپنے گھر پر حاصل کی تھی اس کے بعد وہ اسکول میں داخل ہوگئے اور وہاں سے پاس کرکے کالج کے دوسرے سال میں پڑھ رہے تھے کہ خلافت کی تحریک شروع ہوئی اور انگریزی حکومت کے بائیکاٹ کا مسلمانوں نے فیصلہ کیا۔ چونکہ حضرت مولانا قاری شاہ محمد سلیمان پھلواروی اس تحریک کے عمائد میں تھے اور اس میں سرگرم حصہ لے رہے تھے، آپ نے اپنے دونوں صاحبزادوں کو ندوہ تعلیم کے لئے بھیجا، اس واقعہ کو حضرت مولانا سید سلیمان ندوی نے 'یادِ رفتگاں' میں ذکر فرمایا ہے۔

مولانا شاہ غلام حسنین پھلواروی ندوی کی فقہ پر وسیع نظر تھی، تاریخ اسلام ان کا خاص موضوع تھا، اور بہت ہی دلنشیں پیرائے میں لکھتے تھے۔ ندوہ کی مجلس انتظامیہ کے رکن بھی تھے۔ اور ندوہ سے ہمیشہ اخلاص و محبت اور یگانگت کا تعلق رکھتے تھے۔

مولانا شاہ محمد جعفر ندوی نے سیرت نبوی پر ایک ضخیم کتاب اردو میں لکھی ہے، اور احادیث نبویہ کا انتخاب و ترجمہ 'ریاض السنۃ' کے نام سے مرتب کیا جس کو ادارہ ثقافت اسلام نے شائع کیا ہے،

ان کے بعض نتائج فکر سے اختلاف بہتوں کو رہا لیکن اس کا اعتراف ان کے ہر جاننے والے نے کیا کہ وہ ضمیر و رائے کے خلاف کبھی نہیں بولتے تھے۔ حق گوئی اور رزق حلال کی تحری میں ممتاز تھے، انھوں نے تقریباً چالیس کتابیں تالیف کیں، اور بہت سے علمی و دینی مباحث میں حصہ لیا اور نیک نامی کی زندگی گزاری، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان کے ساتھ عفو و کرم کا معاملہ فرمائے۔

بقیہ ص۳ : سپاسنامہ

اسلامی روح و تعلیمات کے منافی، افکار و فلسفات کا شکار ہونے کے حقیقی اسباب کا انسداد و سدباب کریں۔

مسلمانان ہند کا یہ قطعی فیصلہ ہے کہ وہ اپنے اس ملک میں صالح اور مفید شہریوں کی طرح وطن کی خدمت کا حق ادا کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے ملی تشخص اور اسلامی ثقافت کے ساتھ رہیں گے۔ ہماری دعا ہے کہ خدائے برتر و بالا ہمیں ثبات و استقامت نصیب فرمائے۔

مہمانِ گرامی! ایک بار پھر ہم ہدیۂ تشکر و سپاس پیش کرتے ہیں، ہم شکر گزار ہیں کہ آپ نے از راہ کرم اسلامی اخوت کی فضائے عنبریں میں اس گفت و شنید کا موقع عنایت فرمایا، ہماری دعا ہے کہ ہماری یہ مخلصانہ للّٰہی ملاقاتیں اسلام کے صحیح عقائد، علم نافع کے فروغ، برادران خورد کی دلداری، تعلیم و تربیت کی کوششوں میں تعاون اور دعوت حق اور انسانی سعادت و فلاح کی خاطر بار بار ہوتی رہیں گی۔

ہماری یہ بھی دعا ہے کہ ہمارے ساتھ آپ کا حسن ظن قائم رہے اور ہمارے تمام کام صرف خدائے وحدہٗ لاشریک کی رضاجوئی کی خاطر ہوں، خدا ہی ہمارا کارساز و مددگار ہے۔

آخر میں پھر شکر و سپاس، اعتراف و امتنان اور احترام و اکرام کے جذبات و احساسات قبول فرمائیے۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
مجلس اساتذہ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

بقیہ ص ۹

عزت مآب امیر شارقہ نے حضرت مولانا کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ، ایک بار پھر درخواست کرتا ہوں اور امید ہے کہ آپ اسے قبول فرمائیں گے اور ہم کو ثواب سے محروم نہ رکھیں گے۔

امیر شارقہ نے قرآن مجید کے دس نسخے اور عربی متن کے ساتھ مارمیڈوک پکتھال کا انگریزی ترجمہ و تشریح کے کیسیٹ کا ایک سیٹ ہدیہ میں پیش کیا۔

سب سے آخر میں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے امیر شارقہ اور معزز مہمانوں کا شکریہ ادا کیا۔

نگرانِ اعلیٰ:
مولانا ابوالعرفان ندوی
مجلس ادارت:
شمس الحق ندوی
محمود الازہار ندوی

پرنٹر، پبلشر جمیل احمد ندوی نے کینس اینڈ کنیٹرس پرائیوٹ لمیٹڈ، ۲۹۔ نول کشور روڈ، لکھنؤ میں طبع کراکے دفتر "تعمیر حیات" شعبۂ تعمیر و ترقی دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے لئے شائع کیا۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی کی وفات پر
دار العلوم ندوۃ العلماء میں تعزیتی جلسہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی کے انتقال پر دار العلوم ندوۃ العلماء کی مسجد میں ۲۸ کی شام کو بعد نماز مغرب تعزیتی جلسہ ہوا جس میں حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی ناظم ندوۃ العلماء نے خطاب فرمایا۔

جلسہ کا آغاز محمد احسان متعلم عالیہ ثانیہ کی قرأت سے ہوا اور اس کے بعد حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی نے حضرت شیخ کی زندگی کے مختلف گوشوں پر روشنی ڈالی اور ان کو اللہ کا برگزیدہ بندہ، رسول اکرمؐ کی حیات مبارکہ کا قریبی نمونہ اور محبوب الٰہی حضرت نظام الدین اولیاء کا قائم مقام بتایا۔ سب سے آخر میں حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی جنھیں بقول حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی اس موضوع پر کچھ کہنے اور لکھنے کا حق اس تحتی براعظم میں مولانا محمد منظور نعمانی کے علاوہ اور کسی کو نہیں پہونچ سکتا نے خطاب کیا اور ان ہی کی دعا پر جلسہ اختتام پذیر ہوا۔

حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی نے اپنے خطاب میں الفاظ کی بے بضاعتی اور شکست کا اعتراف فارسی کے اس شعر کو پڑھ کر کیا جس کا مفہوم یہ تھا کہ،

" وہ اپنے محبوب کی تصویر تو بنا سکتا ہے لیکن اس کے ناز و ادا کی کیفیت نہیں پیش کر سکتا "

چنانچہ کسی شخص کا کمال بیان کرنے کے لئے ویسی ہی اصطلاحیں جاننا ضروری ہے لیکن آج کے دور میں ان کو ہر شخص سمجھ نہیں سکتا مثلاً اگر میں یہ کہوں کہ میری نظر میں ان جیسا صاحب نسبت بزرگ نہیں تھا، تو صاحب نسبت کی اصطلاح کی وضاحت ضروری ہو جائے گی، حضرت مولانا نے کہا کہ وہ اپنے زمانہ کے حضرت نظام الدین اولیاء کے قائم مقام تھے اور پھر انھوں نے کہا کہ کس طرح سے کہوں کہ کس پائے کے تھے، عالم اسلامی میں اس جامعیت، قوت باطنی اس استقامت اس شفقت، اس محبت اور اس پائے کا آدمی میری نگاہوں نے تو کم سے کم نہیں دیکھا۔

حضرت مولانا نے شیخ کی زندگی پر صرف اس زاویے سے روشنی نہیں ڈالی کہ وہ ایک بڑے مصنف، عالم، عربی دان اور مدرس تھے کیونکہ یہ اوصاف بقول حضرت مولانا کے ان کے غلاموں کے غلام میں بھی ہو سکتے ہیں بلکہ ان کی زندگی کے ایسے گوشوں پر اپنی نجی معلومات اور مشاہدات کے حوالوں سے نہ صرف روشنی ڈالی بلکہ شہادت دی جو مرحوم کے اکابر اہل نسبت اور اولیاء کے زمرے میں شمار کرنے کی اہل ہیں۔ حضرت مولانا نے اس بات پر زور دیا کہ شیخ نے عشق الٰہی عشق رسول، احادیث سے عشق و انہماک، اسلاف سے حسن ظن، ان کا ممنون احسان رہنا اور مدارس عربیہ سے تعلق کی جو وراثت چھوڑی ہے اس سے استفادہ کیا جائے اور ان کی طرح اپنے میں بھی وہ چیزیں پیدا کرنے کی کوشش کی جائے جو آخرت میں کام آتی ہیں۔ شیخ کے پاس وہ سب کچھ تھا جس کی ضرورت قبر میں پڑتی ہے اس کے ساتھ یہ بھی بتایا کہ دنیا میں شیخ کو اگر کسی بات سے سخت نفرت تھی تو وہ اسٹرائیک تھی، ان کو انتشار انگیزی قطعی گوارہ نہیں تھی۔

حضرت مولانا نے کہا عرصۂ دراز کے بعد ایسی ہستیاں پیدا ہوتی ہیں لیکن اب مشکل یہ ہے کہ وہ معاشرہ ختم ہوتا جارہا ہے جو ان شخصیتوں کو ڈھالتا تھا۔ انھوں نے کہا کہ سیرت نبویؐ کا وہ پہلو جو آج ہماری نگاہوں سے اوجھل ہے ان کا ملکہ بن گیا تھا، وہ تھا ایمان و احتساب، نیت اور پھر عمل۔ ان کی شفقت اور اخلاق پر ایک کتاب لکھی جا سکتی ہے۔ ان کے اخلاق کی باریکیوں تک دماغ نہیں پہونچ سکتا۔ مولانا نے شیخ کی جامعیت احادیث پر ان کی قدرت اور اس سے والہانہ عشق، سیاسی بصیرت، دنیا سے واقفیت، قوت باطنی انتہائی بیدار مغزی شان محدثیت، فضیلت کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ اسلاف کے طرز پر ایسا صاحب کمال جامع، متضاد صفات کا حامل کہیں نہیں دیکھا۔ ذات نبویؐ سے ان کا جیسا تعلق میں نے اپنے دور میں کبھی نہیں دیکھا جذب رسولؐ اور عشق رسولؐ کا ایسا نمونہ نہیں دیکھا وہ نہ جانے کتنی بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چوکھٹ پر گئے، مگر جب گئے ایک جوش اور عقیدت کے ساتھ اور یہی نہیں صرف اس در تک پہونچنے کے لئے دو دو ماہ کے روزے کی نیت کر لیتے تھے، مدینہ طیبہ میں جو کیفیت ان کی ہوتی تھی وہ کسی اور میں نہیں دیکھی وہ حضورؐ کے قدموں کی طرف ہی بیٹھا کرتے تھے۔

مولانا نے شیخ کی ذات گرامی پر روشنی ڈالتے وقت مختلف المذاق مشائخ کے ساتھ ان کے بیک وقت تعلق کا کئی اور بزرگوں کا بھی ذکر کیا، جو اگرچہ شیخ سے زیادہ بزرگ تھے، لیکن شیخ کو بزرگ مانتے تھے۔ اور خود شیخ بھی ان پر جان چھڑکتے تھے، ان میں سب سے خاص مولانا حسین احمد مدنی تھے، اسکے علاوہ خود شیخ کے چچا مولانا الیاس، مولانا عبدالقادر رائے پوری اور مولانا اشرف علی تھانوی شامل تھے۔ ان مقتدر ہستیوں کی بات کچھ ایسی تھی جس نے ان کو سیاسی نظریات سے بلند ہو کر ایک دوسرے کے قریب کر رکھا تھا۔ مولانا مدنی کی ہستی ایسی تھی کہ ان کے سیاسی نظریات سے اختلاف کے باوجود ان کو دیکھ کر پاؤں چوم لینے کو دل چاہتا تھا۔ انھوں نے کہا کہ تقریر اور تحریر سے زیادہ فضیلت کا معیار ہوتا ہے اور یہ کہ اللہ کے یہاں کس کا کیا مقام ہے اپنے زمانے کے اہل اللہ کو پہچاننا اور سمجھ لینا کہ کس سطح کے لوگ ہیں یہ ہمیشہ زمانے کے لیے بڑی ابتلا رہی ہے۔ حضرت شیخ میں ایسی نشانیاں تھیں جن سے اللہ کے یہاں ان کے مقام کا پتہ چلتا تھا۔

حضرت مولانا نے بتایا کہ شیخ ایک وقت میں متضاد چیزوں اور مختلف جماعتوں کی سرپرستی کرتے تھے اور تبلیغی جماعت کے تو روحانی سرپرست تھے اسے وہ امانت سمجھتے تھے مدارس سے گہرا تعلق تھا۔ دار العلوم دیوبند پر دل و جان سے فدا تھے اس کے بارے میں فکر اور دردمندی جو ان میں تھی وہ میں نے یہاں سے لے کر حجاز تک کہیں نہیں دیکھی۔ اللہ کا شکر ہے کہ وفات سے پہلے انھوں نے سن لیا ہوگا کہ مصالحت کی صورت نکل آئی ہے۔

دار العلوم سے ان کے تعلق کا ذکر کرتے ہوئے مولانا نے بتایا کہ وہ اپنے زمانے کے ذکی ترین آدمی تھے جس وقت ندوے میں ۸۵ سالہ جشن تاسیس ہو رہا تھا اس وقت اس کی کامیابی کے لئے وہ ہر وقت دعا کیا کرتے تھے اور حال یہ تھا کہ سوتے وقت ان کو ندوے کے بارے میں تقریریں کرتے ہوئے اور ہدایتیں دیتے ہوئے سنا گیا۔ ان ہی کی دعاؤں کے طفیل سے یہ اجتماع مثالی طور پر کامیاب ہوا۔

شیخ کو اپنے زمانے کا ایک صاحب نظر عالم، محدث، محبوب الٰہی قرار دیتے ہوئے مولانا نے بتایا کہ شیخ کے کمرے میں بڑے بڑے لوگوں کو جانے کی اجازت نہیں ہوتی تھی جہاں وہ عملاً کتابوں کے انبار میں دبے رہتے تھے۔ مولانا کو ان کے کمرے میں جانے میں کوئی رکاوٹ نہیں تھی۔ انھوں نے بتایا کہ کتابیں، اینٹوں کی بے ترتیب دیوار کی طرح ڈھیر رہتی تھیں۔ درس حدیث ان کا محبوب ترین کام تھا اور اس میں ان کا پایہ بہت بلند تھا ان کی اکثر کتابوں کا مقدمہ لکھنے کا فخر مجھے حاصل ہوا حالانکہ احادیث میرا میدان نہیں ہے اور میں حیران رہ جاتا تھا کہ اتنا عظیم شخص میرے ذمہ یہ کام کرتا ہے۔ ان کے حافظے اور ان کی نظر پر میں دنگ رہ جاتا تھا وہ ایک انسائیکلو پیڈیا تھے۔ وہ جس درخت کے پھل تھے وہ چیز ہی کچھ اور چیز تھی۔

مولانا علی میاں نے مولانا محمد ہاشم فرنگی محلی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے علمائے فرنگی محل سے شیخ الحدیث کے تعلق کا بھی ذکر کیا۔ انھوں نے کہا کہ ایسی ہستیاں جب رخصت ہوتی ہیں تو اپنے ساتھ بہت سی چیزیں لے جاتی ہیں۔ جس سے ظلمت پیدا ہو جاتی ہے اور اس ظلمت کو دور کرنے کے لئے ہمیں چاہیے کہ وہ جو ورثے میں چھوڑ گئے ہیں اس سے مستفید ہونے کی کوشش کریں۔ اس سلسلے میں مولانا نے بکثرت ذکر حدیث میں انہماک، اساتذہ اور اسلاف سے حسن ظن، ان کے ممنون احسان رہنے، مشائخ سے اور مدارس سے تعلق رکھنے، استعداد بڑھانے وغیرہ باتوں پر زور دیا۔

مولانا منظور نعمانی نے شیخ کی زندگی کے مختلف واقعات بیان کئے اور کہا کہ حضورؐ کی زندگی جو احادیث میں نظر آتی ہے اس کو ذہن میں رکھ کر جب شیخ پر نظر ڈالئے تو میں سمجھتا ہوں کہ حضورؐ کی زندگی کا قریب ترین نمونہ اگر دیکھنا ہے تو وہ ان ہی میں۔

مولانا نعمانی نے وہ چیزیں اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کرنے پر زور دیا جو آخرت میں کام آتی ہیں۔ اور کہا کہ شیخ کو اللہ بے حساب دیتا تھا جسے وہ خرچ کر ڈالتے تھے۔ جو کمائی لے جانے والی تھی وہ لے گئے۔

شارقہ اور اس کے امیر، شیخ سلطان بن محمد القاسمی

مولانا محمد رابع حسنی ندوی

ہندوستان کے مہمان شیخ سلطان بن محمد قاسمی خلیج عربی کی دولت مند مملکت امارات عربیہ متحدہ کی نمبر ۳ کی حصہ دار ریاست کے امیر ہیں۔ الشارقہ کو انگریزی میں شارجہ (SHARJA) لکھا جاتا ہے اور شارقہ کے اندر بھی عوام کی زبان پر شارجہ ہی مستعمل ہے لیکن صحیح اور فصیح لفظ الشارقہ ہے اور عربی میں یہی لفظ لکھا اور بولا جاتا ہے۔

خلیج عربی کے علاقوں میں جن کا ایک جز الشارقہ ہے عوام بعض حروف کی زبانی ادائیگی میں تصرف کرتے ہیں اس تصرف کی سب سے نمایاں مثال ق کو ج کردینے کی ہے، چنانچہ خلیج کے ممالک میں جگہ جگہ جاسم نام ملتا ہے جو اصلاً "قاسم" کا لفظ ہے۔ ق کو ج بنا دیا گیا ہے۔ اسی طرح کی بات شارقہ کے لفظ کے ساتھ بھی پیش آئی اور عوامی زبان میں شارجہ یا شرجہ ہوگیا ہے۔

شارقہ کی ریاست اپنے خاندان کی دیگر ریاستوں میں تاریخی اعتبار سے دبئی اور ابوظبی دونوں سے زیادہ معروف رہی ہے۔ یہ قصہ تیل کے برآمد ہونے سے قبل کا ہے۔ یہ علاقہ جو اب ایک اتحادی مملکت پر مشتمل ہے اور امارات عربیہ متحدہ کہلاتا ہے پہلے انگریزوں کی عملداری میں المحمیات البریطانیہ (برٹش پروٹیکٹریٹ) کے نام سے سات علیحدہ ریاستوں پر مشتمل تھا، اس وقت یہاں کا معاشی سہارا خلیج کے دیگر ساحلی مقامات کی طرح موتی نکالنا، مچھلی پکڑنا اور جہاز رانی کرنا تھا، اس کام میں امارات کے علاقہ کے علاوہ اس کے شمالی جانب کے ساحلی ملک قطر، بحرین اور کویت شامل تھے، اب ان تمام جگہوں پر تیل کی [illegible] یات کا اصل سہارا ہے یہ سہارا اب صرف ان ملکوں کے لئے نہیں بلکہ تمام اردگرد کے ملکوں کے بہت سے افراد کے لئے قیمتی معاشی سہارا بن چکا ہے اور اس طرح پر خلیج کے چھوٹے چھوٹے ملک جو اپنے اس نوع کے اعتبار سے چھوٹی چھوٹی بندرگاہوں سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتے تھے۔ اب باقاعدہ ملک یا صوبے ہیں جہاں وزیر اعظم اور وزارتی کونسل ہوتی ہے۔

سات ریاستیں:

امارات عربیہ کا علاقہ جزیرہ نمائے عرب کے جنوبی مشرقی کونے عمان کی شمالی اور شمالی مشرقی ساحلی پٹی پر مشتمل ہے اور اسی میں سات ریاستیں ہیں، ابوظبی، دبئی، شارقہ، راس الخیمہ، عجمان، ام القیوین، اور فجیرہ ملکی حجم کے اعتبار سے بھی ان کی ترتیب یہی ہے۔ ابوظبی سب سے اول، دبئی نمبر ۲ پر اور شارقہ نمبر ۳ پر ہے۔ بقیہ ریاستیں مزید چھوٹی اور معمولی ہیں۔ ابوظبی میں پٹرول سب سے زیادہ اور بہت زیادہ پیدا ہوتا ہے اور وہ اسی کی وجہ سے اس علاقہ کا بہت ہی دولتمند جز ہے اور اسی لئے ان ریاستوں کے اتحاد کا سربراہ اسی ابوظبی کا شیخ بنا ہے تیل برآمد ہونے کے موقع پر ابوظبی کے سربراہ شیخ شخبوط تھے۔ انھوں نے ۱۹۶۶ء میں یہ سربراہی اپنے بھائی شیخ زائد بن سلطان آل نہیان کو منتقل کردی جب سے وہ ابوظبی کے سربراہ ہوئے اور اتحاد قائم ہونے پر پورے اتحاد کے صدر منتخب ہوئے تا حال وہ اس عہدہ پر فائز ہیں۔ دبئی کا علاقہ تیل کے معاملہ میں ابوظبی سے بہت پیچھے ہے لیکن اس نے اس کی کسی حد تک تلافی تجارتی کاروبار سے کر رکھی ہے۔ وہ اس علاقہ میں درآمد برآمد کی بڑی منڈی بن گیا ہے۔ ایک طرف اس کا ربط ہندوستان، پاکستان، ایران سے اور دوسری طرف یورپ سے ہے اور مال آتا جاتا ہے غیر ملکیوں کی خاصی تعداد کاروبار کے لئے وہاں آباد ہے۔

بعض خصوصیات:

شارقہ میں پٹرولیم کی پیداوار دبئی کی پیداوار سے بھی تھوڑی کم ہے اور اسی کے ساتھ ساتھ دبئی جیسی تجارتی ہما ہمی ابھی وہاں کم ہے اس لئے وہ دبئی سے کم دولت مند سمجھا جاتا ہے لیکن اس کی بعض دوسری خصوصیات ہیں جن کی وجہ سے اس کو فوائد حاصل ہیں، ان میں ایک بات تو یہ ہے کہ وہاں گیس کے ذخائر خاصے ہیں اس کو صحیح طریقہ سے نکالنے پر اس کے وسائل آمدنی خاصے بڑھ سکتے ہیں، دوسرے یہ کہ وہ دبئی سے اس قدر قریب ہے کہ دبئی اور شارقہ جڑواں شہر کی حیثیت اختیار کرگئے ہیں اور چونکہ اتحاد میں شامل ہونے کے بعد دونوں کے مابین سرحدی رکاوٹیں ختم ہوچکی ہیں، اس لئے دبئی میں کام کرنے والے شارقہ کی تجارت سے وہاں کے بینکوں سے اور وہاں کی رہائشی سہولتوں سے یکساں فائدہ اٹھاتے ہیں۔ شارقہ نے بھی اس پہلو کو اپنی معاشی زندگی میں نمایاں حیثیت دی ہے وہاں اعلیٰ درجے کے ہوٹل زیادہ ہیں۔ بینکوں کی تعداد سب سے زیادہ ہے۔ حکومت شارقہ نے ان کو ٹیکسوں وغیرہ کی چھوٹ بھی دی ہے جس کی وجہ سے انکی تعداد پر اچھا اثر پڑا ہے۔ اس طرح دبئی کو حاصل ہونے والے فائدوں میں وہ ایک حد تک شریک ہے نیز وہ بھی دبئی کی طرح ساحل سمندر پر ہے۔ اچھی سڑکوں اور موٹر کاروں کی سہولت کی وجہ سے دبئی کا آدمی شارقہ میں اور شارقہ کا آدمی دبئی میں صرف دس منٹ میں پہونچ جاتا ہے اور اس طرح پر ان دونوں شہروں کو ایک شہر کی طرح استعمال کرتا ہے۔

یہ معاملہ دونوں کے مرکزی شہروں کا ہے۔ شہروں سے باہر کے علاقوں میں شارقہ دبئی کے بمقابلہ امتیازی حیثیت کا مالک ہے۔ اس کے علاقہ میں متعدد ایسے اضلاع ہیں جو اپنی اپنی حیثیتوں میں ممتاز ہیں، مثلاً ایک ضلع الفجیرہ نامی ہے جو ساحل سے ہٹ کر اندرونی علاقہ میں واقع ہے اور زراعتی حیثیت سے اپنے اردگرد کے خطوں سے فائق ہے وہاں باغات بھی ہیں اور کاشت بھی ہوتی ہے۔ دوسرا ایک اہم ضلع خور فکان ہے۔ یہ ساحلی شہر ہے اور خلیج عمان کے سمندر پر واقع ہے۔ ہندوستان پاکستان کے سامنے پڑتا ہے وہاں پہنچنے کے لئے خلیج عربی کے اندر جانے کی ضرورت نہیں پڑتی اس راستہ سے خلیج عربی میں داخل ہوئے بغیر پورے شارقہ میں بلکہ پوری امارات میں مال لانے لیجانے کی سہولت ہے اور وہ بندرگاہ بھی ہے۔ دونوں طرف سے پہاڑوں سے گھری ہونے کے باعث بہت محفوظ اور اچھی بندرگاہ ہے۔ اس کا نام بھی اسی کے اسی مفہوم کے لحاظ سے ہے، اسی کے قریب ایک اور ساحلی ضلع کلبا ہے یہ اچھی زراعتی زمین پر مشتمل ہے اور ساحل پر ہونے کی وجہ سے ایک بندرگاہ بھی ہے۔ مملکت شارقہ کا مرکزی شہر شارقہ خلیج عربی کے ساحل پر اور اس کا خور فکان کا شہر اور کلبا خلیج عمان کے ساحل پر ہونے کے باعث شارقہ کی ریاست مشرقی اور مغربی دو بازوؤں پر مشتمل ہوگئی ہے اور اس کا ربط بیک وقت دو طرف کے سمندروں سے ہوگیا ہے۔

ثقافتی حیثیت:

شارقہ کو ثقافتی حیثیت سے بھی امتیاز حاصل ہے اور وہ اس کی وجہ سے ابوظبی اور دبئی دونوں پر فوقیت رکھتا ہے وہاں علمی مراکز رہے ہیں اور اس کو ایک طرح کا علمی، تاریخی پس منظر بھی حاصل ہے اسی کے باعث دیگر ریاستوں کے شہروں کے مقابلہ میں شارقہ میں اسلامی طرز تعمیر اور مشرقی انداز زندگی زیادہ نظر آتا ہے اور آدمی کو مشرقی شہر میں ہونے کا احساس زیادہ ہوتا ہے۔ شارقہ کے شہر کے اندر داخلہ پر بورڈ پر یہ جملہ نظر آتا ہے "ابتسم انت فی الشارقة" (مسکراؤ تم شارقہ میں ہو)۔

شارقہ کے بڑے عالم شیخ عبداللہ علی المحمود جن کی وفات ابھی دو تین ماہ قبل ہوئی ہے نہ صرف ریاست شارقہ بلکہ پوری مملکت امارات کے بڑے عالم تھے۔ شارقہ کے تعلیمی و علمی حلقوں میں ان کا اور ان کے والد کا بڑا حصہ رہا ہے ان کے والد کے شاگرد سارے ملک میں پھیلے ہوئے ہیں اور حکومت کے بڑے بڑے منصبوں پر فائز ہیں، اس لئے شیخ عبداللہ علی المحمود کا احترام اور قدر پوری مملکت میں کیا جاتا تھا اور شارقہ کے امیر الشیخ یعنی شیخ سلطان بن محمد القاسمی (جو آجکل ہمارے مہمان ہوکر آئے ہیں) تو ان کے بہت نیازمند رہے ہیں۔ ان کے مکان پر خود جاتے اور ان کی آمد پر بڑی پذیرائی کرتے تھے اور مذہبی و غیر مذہبی معاملات میں ان سے رہنمائی بھی حاصل کرتے تھے، شیخ عبداللہ علی المحمود مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کے بھی محبین اور دوستوں میں تھے۔ ہندوستان کئی بار آئے، ندوہ بھی آئے اور امیر شارقہ سے مولانا موصوف کے تعارف و تعلق کا ذریعہ ہوئے چنانچہ امیر شارقہ مولانا موصوف کے ساتھ ایسا معاملہ کرتے ہیں جیسا اپنے استاد کے ساتھ کرتے، مولانا مدظلہ، کے شارقہ

(بقیہ صفحہ ۲ پر)

سپاسنامہ

بارگاہ ایزدی میں حمد و ثنا اور دربار رسالت میں درود و سلام کے بعد!

ہمارے لئے یہ بڑی سعادت اور مسرتوں اور شادمانیوں کا موقعہ ہے کہ ہم ریاست شارقہ کے حاکم عزت مآب شیخ سلطان ابن محمد القاسمی کا ندوۃ العلماء کے اس احاطہ میں اور اس تاریخی شہر میں استقبال کر رہے ہیں، جو درخشاں اسلامی تاریخ میں اپنے فکری و علمی کردار میں مشہور رہا ہے۔

معزز مہمان کے استقبال کا شرف حاصل کرتے ہوئے ہم اس خوشگوار ملاقات پر اپنے دلوں کو شکر و امتنان اور خوش بختی و شادمانی کے جذبات سے معمور پا رہے ہیں۔ یہ ملاقات جس کا اصل محرک وہ ایمان اور برادرانہ تعلق ہے جو تمام مادی تعلقات و احساسات سے بلند و بالاتر ہے، اس برادرانہ تعلق کو اُس فکری ہم آہنگی اور وحدت شعور و احساس سے اور زیادہ تقویت پہونچتی ہے جو ذاتی طور پر عزت مآب امیر شارقہ کو اس ادارہ اور اس کے ذمہ داروں کے ساتھ ہے۔

معزز مہمان کی یہ مبارک آمد حقیقتاً اسی تعلق کی ترجمانی اور محسوس نمائندگی ہے۔ ہم عزت مآب امیر کی خدمت میں آداب عرض کرتے ہیں اور برادرانہ جذبات، فکری ہم آہنگی اور شکر و سپاس کے احساسات کے ساتھ خیر مقدم کرتے ہیں۔

جناب عزت مآب! اس ادارہ میں ہم آپ کا استقبال و خیر مقدم کرتے ہوئے یہ محسوس کرتے ہیں کہ حقیقتاً ہم اس عظیم قوم کا استقبال کر رہے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے ایک طویل زمانہ تک، پیغام محمدی اور اسلام کی موثر و دلکش تعلیمات کے طفیل جس کے لئے خدائے برتر و بالا نے اُس بہتر سرزمین کا انتخاب فرمایا، جس کا ایک حصہ ریاست شارقہ بھی ہے، انسانیت کی قیادت و رہنمائی کے منصب عظیم پر سرفراز فرمایا تھا۔ ہم آپ کا استقبال کرتے ہوئے ان عطر بیزیوں سے مشام جان معطر کر رہے ہیں جن کے بھبھوکے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت سے اولین مشرف و فیضیاب سرزمین سے اٹھ رہے ہیں اور جو باد صبا کو مشکیں و عنبریں بنا رہے ہیں، ہم احسانمندی اور محبت و تعلق کے جذبات کے ساتھ اور نئی امنگوں اور امیدوں کو لے کر آپ کا استقبال کرتے ہیں کہ وہ مبارک سرزمین پھر اس شوخی کردار کا مظاہرہ کرے گی، جس کا مظاہرہ انسانیت کی نجات و رہنمائی کے لئے اس نے کبھی کیا تھا اور پھر ایک بار اس کی پاک فضاؤں میں ایمانی نغمے گونجیں گے اور پھر وضو کے نور سے منور ہاتھ دنیا کی تنگیوں اور گھٹن سے سسکتی انسانیت کو کشائش و آسائش کی طرف لیجائیں گے، کیونکہ انسانیت آج بھی تمام مادی وسعتوں کے باوجود بیجا عصبیتوں اور فکری و مسلکی قدغنوں اور بندشوں کے نتیجے میں گھٹی جارہی ہے اور خطرہ ہے کہ کہیں انسانی سوسائٹی ان مصنوعی بندشوں اور پابندیوں کے بوجھ اور جکڑ سے زندگی کی آخری سانس سے محروم نہ ہوجائے۔

جزیرۂ عرب اس لمحہ سے جب کہ آفتاب اسلام اس کی سرزمین پر طلوع ہوا تھا انسانیت کو ایمان اور انسانی عزت و احترام کے تحفے و عطیے دیتا رہا جو واقعی تحفے اور عطیے کہلانے کے مستحق اور جو وہ لازوال داد و بخشش ہے جس سے بیک وقت دنیا و آخرت سنورتی ہے۔ یہ بھی محض فضل خداوندی ہے کہ آج بھی یہ سرزمین عطا و بخشش اور داد و دہش کی صلاحیت رکھتی ہے، لیکن مہمان معزز! ہم حالات کے جھروکے سے اس روز سعید کا دیدار کرنا چاہتے ہیں، جب یہ مبارک سرزمین اپنے ان حقیقی عطیوں اور تحفوں کی داد و دہش کا سلسلہ شروع کردے جو پوری انسانیت کو سعادت و مسرت سے ہمکنار کرسکے، اس کے لئے وہ ان بڑے فخر و سعادت کا باعث ہوگا جب وہ مادی عطیات کے ساتھ ان روحانی عطیات کی بھی بخشش کریگا جو اس کے لئے گوشۂ عزلت سے دنیا کی قیادت اور تاریخ میں روشن و نمایاں ہونے کا حقیقی سبب بنے تھے۔

آج پھر انسانیت حقیقی کامیابی سے ہمکنار ہونے اور روحانی امیدیں اور آرزوئیں پورے کرنے کی کوشش میں مختلف ازموں، فلسفوں، علم و فن اور سائنس و ٹکنالوجی کی ناکامی کے تجربہ کے بعد حقیقی رہبر و نجات دہندہ کی منتظر ہے، جو باطل فلسفوں اور نظریوں، شخصی استبداد اور معاشرتی ظلم و ناہمواری کے مایوس کن اور مہیب غاروں سے انسانیت کو نکال کر اسلام کے سایۂ عدل و انصاف میں پناہ دے اور منفی، فکری و ذہنی کجرویوں کے دلدل سے نکال کر ایسی مثبت اخلاقی بنیادوں پر مبارک حیات نو کی تعمیر کرے جس میں انسان کی عزت و حرمت کا پاس و لحاظ کیا جائے۔

انسانیت نے اسلامی قیادت کا جو تجربہ کیا تھا وہ نہایت مبارک اور کامیاب تاریخی تجربہ تھا۔ آج بھی یہ زخم خوردہ انسانیت آخری سانس اکھڑنے سے پہلے اس کی آغوش میں آنا چاہتی ہے، ایک ایسے وقت میں جب کہ ہر طرف سے سرکش مادیت، ظلم و بربریت اور انسان کی عزت کی پامالی انسانیت کے لئے چیلنج بنتی جارہی ہے۔

مہمان گرامی! ندوۃ العلماء اور اس کے کارپردازوں اور ذمہ داروں سے آپ کا تعلق اور اس کے پیغام سے آپ کی دلچسپی ہمیں اس سے مستغنی کردیتی ہے کہ ہم ندوۃ العلماء کے مقاصد اور اس کی خدمات کا تعارف کرائیں، آپ ان سے ذاتی ملاقاتوں اور فرزندان ندوہ جن میں سرفہرست مفکر و داعی اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ العالی کی نامی گرامی شخصیت ہے کی تصنیفات کے ذریعہ بخوبی واقف ہیں لیکن ناسپاسی ہوگی اگر ہم اس موقعہ پر شیخ عبداللہ علی محمود مرحوم کی جیسی داعی الی اللہ اور مخلص شخصیت کا تذکرہ نہ کریں، جن کا اس تعلق و رشتہ کی تقویت میں بڑا حصہ ہے اور جو خاص طور پر دعوتی و تبلیغی سرگرمیوں اور مرکز دعوت اسلامی کی ادارت کے ذریعہ جو آپ کی حکومت کے زیر سرپرستی کام کر رہا ہے، شارقہ کے حقیقی نمائندہ اور ہمارے اور آپ کے درمیان بہترین واسطہ تھے۔

ندوۃ العلماء ان گوناگوں تعلقات کی بنا پر آپ کے لئے اجنبی نہیں تھا لیکن اس مختصر سی ملاقات میں ہمیں امید ہے کہ کچھ نئے پہلو بھی آپ کے سامنے اجاگر ہونگے، عربی زبان و ادب کی بحیثیت قرآن و حدیث کی جیتی جاگتی زبان کے خدمت و فروغ، صحیح اسلامی عقائد کی حفاظت، جدید نسل اور نوجوانوں کی دینی تربیت، مسلمانوں کی شیرازہ بندی، مسلکی اختلافات کی صحیح توجیہ اور اندھی عصبیت کا مقابلہ، صحیح عقیدہ اور بلند اخلاق سے پیوست، ترقی پذیر و تغیر پذیر علمی تحریک کی پرورش و آبیاری، فکری حملوں اور ذہنی و عقلی چیلنجوں کا مدلل جواب، اسلامی کتب خانہ میں قیمتی اور اہم اضافہ اور بدلتے ہوئے حالات میں حکیمانہ رویہ، یہ وہ روشن پہلو ہیں جن کو کسی حد تک آپ ضرور محسوس کریں گے، ندوۃ العلماء نے محض فضل خداوندی سے اپنے قیام کے بعد اس مختصر مدت میں بڑا عظیم علمی سرمایہ تیار کیا، علم و فن کی بیش بہا خدمات انجام دیں، اسلامی تشخص قائم رکھنے اور اپنے اس ملک میں کام کرنے والی اسلامی تحریکوں اور تنظیموں کے ساتھ تعاون سے دریغ نہ کیا۔ فرزندان ندوہ نے اس اہم خلا کو پر کیا جو قدیم و جدید میں پایا جاتا تھا، مختلف فرقوں، مختلف مکاتب فکر اور فقہی مسلکوں کو ایک دوسرے سے قریب کرنے اور علمی و عملی میدان میں جدید خطرات کا مقابلہ کرنے کے سلسلے میں اہم رول ادا کیا جس کے نمایاں اثرات فرزندان ندوہ کی علمی، تحقیقی اور دعوتی کتابوں میں صاف طور پر جھلکتے ہیں۔

جناب عزت مآب! علماء ہند کی دعوتی اور ترقی کوششیں اپنے اس خاص پس منظر، خاص حالات اور اس خاص ماحول میں انجام دی جارہی ہیں جس میں مختلف مذہبوں، مختلف معاشرتی نظاموں اور اخلاقی فلسفوں کی کثرت ہے، اور جہاں مختلف و متعدد زبانیں بولی جاتی ہیں، رنگا رنگ تہذیبیں اور گوناگوں ثقافتیں پائی جاتی ہیں، ملک کا رقبہ بہت وسیع اور خاص طبعی حالات ہیں، مسلمان مختلف علاقوں میں آباد اور وسائل کی قلت کا شکار ہیں۔

ان کوششوں کی اپنے نتائج اور ثمرات کے اعتبار سے ان تحریکوں کے مقابلے میں بڑی قدر و قیمت، بڑا وزن، نمایاں اور وسیع فوائد ہیں، جو زیادہ سے زیادہ وسائل سے بہرہ مند اور بڑی صلاحیتوں سے معمور ہیں۔

یہاں مسلمانوں نے اسلامی مدارس، دعوت اور تعلیم و تربیت کے مراکز کا، غیر اسلامی تحریکوں اور فکری انحرافات و گمراہیوں سے حفاظت کے لئے باوجود قلت وسائل کے ایک جال بچھا دیا ہے، انہوں نے ایسے ادارے اور تنظیمیں بھی قائم کیں جو مسلمانوں کے

(بقیہ صفحہ ۳ پر)

ندوۃ العلماء میں

امیر شارقہ سلطان محمد القاسمی کی آمد

"مبارک ہے وہ حاکم جو درویش کے دروازے پر جائے"

محمود الازہار ندوی

ان الفاظ کے ساتھ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، ناظم ندوۃ العلماء نے شارقہ کے حکمراں عزت مآب جناب سلطان محمد القاسمی کا کتب خانہ ندوۃ العلماء کی جدید عمارت میں استقبال کیا۔

عزت مآب سلطان محمد القاسمی نے ندوۃ العلماء کے کیمپس میں تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ گذارا، سب سے پہلے ان کی آمد کتب خانہ قدیم میں ہوئی جہاں حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی ناظم ندوۃ العلماء، اساتذۂ کرام ارکان انتظامی اور معزز معاونین کے ساتھ ان کے استقبال کے لئے موجود تھے۔ عزت مآب سلطان محمد القاسمی ایک وفد کے ساتھ تشریف لائے جن میں شارقہ کے پٹرولیم کے محکمہ کے وزیر شیخ احمد بن سلطان القاسمی صدر دیوان امیری، شیخ فیصل بن خالد القاسمی سفیر متحدہ عرب امارات برائے ہند، مسٹر عبدالعزیز ناصر العویس، شارقہ کے چیمبر آف کامرس کے نائب چیرمین مسٹر مرزوق بن کامل، شارقہ کارپوریشن کے نائب چیرمین خلفان الرومی، عزت مآب کے پروٹوکول سربراہ سلطان السویدی، پرسنل گارڈ کے کمانڈر مسٹر علی مہند اور ایک مشہور تاجر مسٹر عبدالرحمن بختیار تھے۔

شاہی مہمان کی آمد صبح کو اموسی ہوائی اڈے پر ہوئی تھی اور ان کا استقبال صوبہ کے گورنر، وزیر اعلیٰ اور صوبائی پروٹوکول برائے امیر شارقہ اور یوپی کے بہت سے وزراء کے علاوہ ندوۃ العلماء کے ناظم حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، نائب ناظم مولانا معین اللہ ندوی، شعبۂ عربی کے سربراہ مولانا محمد رابع ندوی، افتاء کے سربراہ مولانا مفتی محمد ظہور صاحب اور مولانا برہان الدین صاحب سکریٹری مجلس تحقیقات شرعیہ، مولانا ابوبکر حسنی، پروفیسر جواہر لال نہرو یونیورسٹی 'الرائد' کے ایڈیٹر اور عربی کے استاذ جناب محمد واضح صاحب ندوی، مالیات کے انچارج جناب محمد طاہر صاحب اور محترم اساتذۂ کرام نے کیا۔

سب سے پہلے حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی نے معزز مہمان اور ان کے ساتھیوں کا کتب خانہ قدیم میں استقبال کرتے ہوئے وقت و موسم کے لحاظ سے مہمانوں کے سامنے ٹھنڈے مشروبات پیش فرمائے اور اسی وقفہ میں حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی نے معزز مہمان کو ندوۃ العلماء کی تعلیمی سرگرمیوں اور اس کے تاریخی ادوار سے تعلق رکھنے والے علماء کے بارے میں بتلایا۔

یہاں سے معزز مہمان نے حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی کے ہمراہ دارالعلوم کے کیمپس کا معائنہ اپنی گاڑی پر کیا اور پورا راؤنڈ لگایا، جس میں دارالعلوم کی مرکزی عمارت، مسجد، طلبہ کی اقامت گاہ رواق سلیمانی، رواق شبلی، رواق رحمانی اور رواق اطہر اور ندوۃ العلماء ڈسپنسری، مہمان خانہ، تحفیظ القرآن کی زیر تعمیر عمارت کی جگہ شامل ہے۔ کتب خانہ جدید میں جانے سے قبل مجلس تحقیقات و نشریات اسلام جس نے عربی، اردو اور انگریزی میں بہت ہی قابل ذکر اور اہم کتابیں شائع کی ہیں معائنہ کے لئے گئے اور اس کے چارٹ کو دیکھ کر متاثر ہوئے۔ معزز مہمان کتب خانہ جدید میں اس کے عقبی دروازے سے استقبالیہ ہال میں تشریف لائے جو ان کے استقبال کے لئے ترتیب دیا گیا تھا اور اس میں ایک ہزار سے زائد نشستوں کا انتظام تھا۔ استقبالیہ جلسے کا آغاز ندوۃ العلماء کے ایک انڈونیشی طالب علم فخر الرازی کی تلاوت سے ہوا جس کے بعد چھوٹے طلبہ محبوب السلام، اقبال احمد، اعجاز احمد اور محمد طلحہ نے عربی کا ترانہ یا تلامیذ محمد پیش کیا۔ ترانۂ ندوہ کو قاضی سید، عقیل احمد، نفیس احمد، حبیب احمد نے پیش کیا، اس کے بعد حضرت مولانا نے امیر شارقہ کا عربی میں استقبال کیا اور خود ہی اس کا اردو ترجمہ بھی کر دیا۔

حضرت مولانا نے امیر شارقہ سلطان محمد القاسمی کا استقبال کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم لوگوں کا تعلق ایک ایسے سلسلہ سے ہے، ایک ایسے مکتب فکر سے ہے جس کا یہ پرانا مقولہ ہے "مبارک ہے وہ حاکم جو درویش کے دروازے پر جائے اور بہت نامبارک ہے وہ درویش جو کسی حاکم کا دروازہ کھٹکھٹائے۔" آپکی تشریف آوری نے اس مقولہ کو مجسم طریقہ پر پیش کیا کہ ایک مسلم عرب امارت کا فرماں روا اور ایک صاحب اختیار حاکم وہ ایک شہر کا سفر کرتا ہے محض اس لئے کہ وہ دیکھنے والوں اور سننے والوں کو اور بعد کی آنے والی نسلوں کو یہ تاثر دے کہ علم اور علماء کی اس طرح قدر کی جاتی ہے آپ کا اس شہر میں کوئی اور کام نہ تھا کوئی اور غرض نہ تھی آپ نے اس شہر کا انتخاب کرکے ہمیں اپنی آمد سے شرف یاب کیا۔ حقیقت میں صحیفۂ اخلاق میں اور علم و دین کی تاریخ میں ایک نہایت مبارک اور قابل فخر روایت کا اضافہ کیا گویا آپ ایک روایت کے بانی ہیں کہ سلطنتوں کے فرمانروا و حکمراں قدیم زمانہ کی طرح اہل علم کے دروازے پر جاتے ہیں آپ کی تشریف آوری پیمائش کے لحاظ سے سفر کی تکلیف کے لحاظ سے اور دوسرے سیاسی و جغرافیائی اعتبار کے لحاظ سے شاید کسی مورخ کی نگاہ میں اس کی کوئی بہت بڑی قیمت نہ ہو لیکن ایک معلم اخلاق کی نگاہ میں اور ایک اخلاق کے طالب علم کی نگاہ میں اور قدیم علم و تعلیم کا کام کرنے والوں کی نگاہ میں اس کی بڑی قدر ہے، آپ نے اسلاف کی قدیم روایت کی تجدید کی اور تازہ کر دیا کہ اس طرح علم کی قدر کا مظاہرہ کیا جاتا ہے اور بجائے اس کے کہ توقع کی جائے کہ علماء خود ہمارے دروازے پر آئیں ہم کس طرح دروازے پر جاتے ہیں اور ہم کس طرح ان تعلیمی مرکزوں کی قدر افزائی کرتے ہیں۔

حضرت مولانا نے مزید فرمایا کہ ہم ہندوستان میں ایک بڑا مشکل کام کر رہے ہیں لیکن خدا نے ہمیں توفیق دی ہے کہ ہم نے ہندوستان میں اپنی دینی روایات کو قائم رکھا ہے اور اپنی اسلامی شخصیت کو بھی برقرار رکھا ہے اور ہمارے ملک نے ہمیں اس کے لئے موقع فراہم کیا ہے اور ہم زبانوں کے جنگل میں اور ایک جو زبانوں کی کثرت کے لحاظ سے دنیا کے خاص ملکوں میں شمار کیا جاتا ہے وہاں ہم عربی کا جھنڈا بلند کئے کھڑے ہیں اور ہم نے اس ہندوستان کی سرزمین پر عربی گلستان قائم کیا ہے جس کی ہم نے اپنے خون جگر سے آبیاری کی ہے اور اپنے خون پسینہ سے اس گلستان کو سرسبز و شاداب رکھا ہے آپ کی تشریف آوری بڑی معنویت رکھتی ہے کہ عرب ملک کا ایک فرمانروا ہندوستان کے ایک گوشہ میں آئے وہ عربی زبان میں خطاب کرے اور اس کے سمجھنے والے ایک بڑی تعداد میں ہوں یہ بات بڑی معنویت کی حامل ہے اور یہ بڑی امید افزا چیز ہے اور خوش ہونا چاہئے کہ جو سبق آپ نے دیا تھا اور ہم جو سبق آپ سے پڑھ کر آئے تھے ہم نے اس سبق کو بھلایا نہیں ہے اور ہم اس سبق کو یاد کئے ہوئے ہیں اور ہم وقتاً فوقتاً اسکو دہراتے رہتے ہیں اور اس کو دہرانے کے لئے اس سے زیادہ نادر اور تاریخی مواقع نہیں ہو سکتے ہیں جیسا کہ آج کا موقع ہے۔

حضرت مولانا نے فرمانروائے شارقہ کا خیر مقدم کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ نے بڑی مبارک اور حوصلہ افزا روایت کو تازہ کیا ہے اور وہ روایت آئندہ بھی کام کرتی رہے گی، آپ نے ایک چیز کی ابتدا کی ہے اور ہمیں امید ہے کہ یہ ابتدا انتہا کو پہونچے گی۔ مولانا نے صفائی کے ساتھ یہ بات کہی کہ تعلیم کے کام کرنے والوں کی مالی امداد یا دوسرے طریقوں سے ان کی اتنی ہمت و حوصلہ افزائی نہیں ہوتی ہے جتنی کہ اس مخلصانہ اور پاکیزہ اور صحتمند اور روشن روایت سے کہ ایک صاحب حکومت اور صاحب جاہ آدمی، ایک عربی مدرسہ میں آئے اس سے ہمارے اساتذہ اور طلبہ کی جتنی ہمت بڑھتی ہے اتنی کسی چیز سے نہیں بڑھ سکتی۔

حضرت مولانا نے لکھنؤ شہر کے ان قدیم مدارس کا جنھوں نے علم و تعلیم کے میدان میں اہم کارنامے انجام دئے ہیں کا ذکر کیا آپ نے فرمایا اس شہر نے علم کی آبیاری ترکستان تک کی ہے۔ فرنگی محل کے اساتذۂ فن فارغ ہوکر نکلے۔ بخارا، سمرقند، افغانستان و ایران کی آبیاری کی۔ یہیں کے فضلاء نے ایسی کتابیں تصنیف کی ہیں جو اب تک نصاب درس میں داخل ہیں۔ یہاں پر مدرسہ فرقانیہ ہے جس نے قرآن کریم کی خدمت کی۔ قراء قرآن مجید اور اساتذہ یہاں سے پڑھکر نکلے اور اس علم کو انھوں نے چہار دانگ عالم میں پھیلایا۔ اسی شہر میں ندوۃ العلماء ہے جو ایک مخصوص طرز فکر اور درخشاں تاریخ کا حامل ہے یہ پہلا موقع ہے کہ ایک اسلامی اور عرب حکومت کا سربراہ اس کی زیارت کر رہا ہے ہم آپ کو علم کی مبارکباد پیش کرتے ہیں، ہم آپ کو علم کا احترام کرنے والے کی حیثیت سے مبارکباد پیش کرتے ہیں ہم آپ کو اس حیثیت سے بھی مبارکباد پیش کرتے ہیں کہ آپ نے علم کی قدر و منزلت بلند کی اور اس کی قدر و قیمت کو پہچانا یہ سب بیش قیمت زندہ جاوید دینی، علمی اور معنوی حقائق اور قدریں ہیں ہم اس موقع کو تاریخی موقع سمجھتے ہیں اور اس پر خوش ہیں اور خداوند تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں اور آپ کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ آپ نے اپنے مصروف وقت میں سے یہ وقت ہمارے لئے نکالا ہے۔

اس کے بعد شعبۂ عربی کے سربراہ جناب مولانا محمد رابع صاحب ندوی نے حاکم شارقہ کو سرخ مخمل کے غلاف میں ریشمی کپڑے پر جس میں سبز جھالر لگی ہوئی تھی سپاسنامہ عربی میں پیش کیا اس کا اردو ترجمہ مولانا سلمان الحسینی نے پیش کیا۔

اس سپاسنامہ میں کہا گیا تھا کہ اس ادارہ میں ہم آپ کا استقبال کرتے ہوئے محسوس کر رہے ہیں کہ درحقیقت اس عظیم قوم کا استقبال کر رہے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے ایک طویل زمانہ تک پیغام محمدیؐ اور اسلام کی موثر و دلکش تعلیمات کے طفیل میں خداوند برتر و بالا نے جس مقدس سرزمین کا انتخاب کیا اور انسانیت کی قیادت و رہنمائی کے منصب عظیم پر سرفراز فرمایا اس کا ایک حصہ ریاست شارقہ ہے۔

ندوۃ العلماء نے اپنے قیام کے بعد اس مختصر مدت میں علم کی بیش بہا خدمات انجام دی، اسلامی تشخص کو قائم رکھنے اور اپنے اس دور میں کام کرنے والی اسلامی تحریکوں اور تنظیموں کے ساتھ تعاون سے دریغ نہ کیا، فرزندان ندوہ نے اس اہم خلا کو جو قدیم و جدید تعلیم کے درمیان پایا جاتا تھا پُر کیا، مختلف فرقوں مختلف مکاتب فکر اور فقہی مسلکوں کو ایک دوسرے سے قریب کرنے اور علمی و عملی میدان میں جدید خطرات کا مقابلہ کرنے کے لئے اہم اہم کردار ادا کیا جس کے نمایاں اثرات فرزندان ندوہ کی علمی تحقیق اور دعوتی کتابوں میں صاف طور پر جھلکتے ہیں۔ (مکمل متن صفحہ پر دیکھئے)۔

سپاسنامہ کا جواب امیر شارقہ عزت مآب سلطان محمد القاسمی نے عربی میں دیا، جس کا اردو ترجمہ مولانا سلمان ندوی نے کیا۔

عزت مآب سلطان محمد القاسمی امیر شارقہ

امیر شارقہ نے فرمایا، اسلام کچھ اجنبی اجنبی محسوس کیا جا رہا ہے حالانکہ جب قرآن پاک نازل ہوا تھا تو خداوند قدوس نے فرمایا تھا، "انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون" (ہم نے یہ قرآن پاک نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں) اسلام کے متعلق بہت سے لوگوں کے ذہنوں میں یہ بدگمانی ہے کہ وہ رجعت پسند اور پسماندہ ذہنیت رکھتا ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ جس وقت مثال کے طور پر حسن بن الہیثم، ابن رشد، ابن سینا، اسلامی ایجادات و انکشافات میں مشغول تھے اور علمی تحقیق کر رہے تھے اس وقت یورپ گھرے کہرے میں ڈھکا ہوا تھا، نظافت، پاکیزگی، افکار کی بلندی، زمین کی وسعت، یہ وہ مسلمانوں کی صفات تھیں جس میں مسلمان ممتاز تھے۔

قرآن پاک جو مسلمانوں کا دستور اور پوری انسانیت کی آخری کتاب ہے یہ انسانیت کے ہر طبقہ اور ملت کے ہر فرد کے لئے غذا و دوا رکھتا ہے، بہت سے لوگ قرآن میں اقتصادیات و معاشیات کی تلاش کرتے ہیں ان کو اس سلسلہ میں پورا سرمایہ ملتا ہے جو لوگ قرآن پاک میں اسلامی سیاست اور حقیقی انسانی سیاست کے نمونہ دیکھنا چاہتے ہیں ان کو صحیح اسلامی سیاست کا دستور بھی اس میں نظر آتا ہے، غرض کہ کسی بھی موڑ پر اور کسی بھی میدان میں اگر بحث و تحقیق کا کام شروع کیا جائے تو قرآن پاک پوری پوری غذا فراہم کرتا ہے اور پورا مواد دیتا ہے۔

قرآن ہمارا عقیدہ ہے اور یہ ادارہ جس میں ہم آمد کا شرف حاصل کر رہے ہیں دراصل عقیدہ کی بنیاد پر کر رہے ہیں، ہم اس ادارہ کی زیارت کے لئے نہیں آئے بلکہ عقیدہ کو دیکھنے کے لئے آئے ہیں ہمارا عقیدہ تازہ و زندہ اور بیدار ہے یہ ہمارا

عزت مآب نے یہ ذکر کیا کہ ہم مولانا کی خدمت میں دعوت نامے بھیجتے رہے ان کو بلاتے رہے اور اس میں اتنی تاخیر ہوئی کہ برادرم سید الاعظمی جو میرے پاس شارقہ آئے ہوئے تھے ہم نے ان سے کہا کہ قبل اس کے کہ مولانا تشریف لائیں میں خود حاضر ہو جاؤں گا۔

عزت مآب نے یہاں پر اگر اس بات کو خصوصیت سے فرمایا کہ ان کے بعض خیر دالوں نے یہ بات کہی کہ سید الاعظمی صاحب تشریف لائے ہیں اور آپ سے ابھی گفتگو کرنے کا موقع نہیں مل سکا ہے تو انھوں نے کہا یہ تو ہمارے خاندان کے ایک فرد ہیں، ان کے لئے ایک دن خاص کیا جائے گا اور تفصیل سے باتیں ہوں گی اور آپ نے اس موقع پر یہ پیشکش رکھی کہ میں چاہتا ہوں کہ ندوہ کے جو منصوبے ہیں ان میں بھی تعاون دوں ——— اور مجھے امید ہے کہ حضرت مولانا مدظلہ اسے قبول فرمائیں گے اور ایک خط دیا کہ وہ اسے حضرت مولانا کی خدمت میں پیش کر دیں۔

(بقیہ ص ۴)

سوداگر مکسچر کے اسپشلسٹ

عباس علاءالدین اینڈ کمپنی

Abbas Alauddin & Co.

WHOLESALE AND RETAIL TEA MERCHANTS.

44, Haji Building, S. V. Patel Road,
Null Bazar, BOMBAY. 3.
Tele : Add. CUPKETTLE
Phone { SHOP: 862220 / RESI: 898684

اسپشل مکسچر	کپ برانڈ
اسپشل ممری	گولڈن ڈسٹ
ہوٹل مکسچر	فلاور بی، او، پی
سوداگر مکسچر	سوپر ڈسٹ

۴۴ - حاجی بلڈنگ، ایس، وی، پٹیل روڈ
نل بازار
بمبئی ۳

صحابہؓ کا کردار اور خمینی صاحب

از: مولانا محمد عارف سنبھلی ندوی

آیت اللہ خمینی صاحب نے ایران میں جو انقلاب برپا کیا ہے، اس کی سیاسی اہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا، لیکن موصوف وقتاً فوقتاً جس قسم کے بیانات دیتے رہتے ہیں، ان کی موجودگی میں اس انقلاب کو اسلامی انقلاب نہیں ٹھہرایا جاسکتا اُن کے بیانات میں سب سے زیادہ سنگین وہ بیان ہے جو حال ہی میں "تعمیر حیات" کے اداریہ میں نقل ہوا ہے اور جس کا اصل فولڈ "دار العلوم ندوۃ العلماء کے پندرہ روزہ عربی جریدے "الرائد" میں چھپا ہے۔ خمینی صاحب کا یہ بیان تہران ٹائمز میں ۱۱ مارچ کو شائع ہوا ہے، جس پر اب دو ماہ سے زیادہ مدت گزر چکی ہے، مگر ایرانی حکومت یا اس کے کسی سفارت خانے کی جانب سے اب تک اس کی کوئی تردید پریس میں نہیں آئی ہے، اس صورت میں اس کو خمینی صاحب ہی کا بیان سمجھا جائے گا۔ خمینی صاحب نے اپنے اس بیان میں دو دعوے کئے ہیں۔

نمبر ایک یہ کہ:-

"آج ہمارے رضا کار میدان جنگ میں شہادت کو اس جوش، ولولہ اور شوق کے ساتھ گلے لگا رہے ہیں، جس کی نظیر پیغمبر اسلام محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی علیہ السلام کے دور میں بھی نہیں ملتی"

نمبر دو یہ کہ:-

"قرآن میں اس بات کی وضاحت ہے کہ جب پیغمبر اسلام لوگوں کو جہاد کی دعوت دیتے تو وہ سر تسلیم خم نہ کرتے اور حیلے بہانے کے ذریعہ دوسرے دن کے لئے ملتوی کرا دیتے تھے یا سردی گرمی کا عذر پیش کرتے"

معلوم نہیں موصوف کو ایسی غلط بات زبان پر لانے کی جرأت کیونکر ہوئی جس کو سن کر مسلمانوں کے کمسن بچوں کو بھی ہنسی آجائے معمولی سی سمجھ رکھنے والا مسلمان بھی اتنی بات تو محض اپنی عقل ہی سے سمجھ سکتا ہے کہ جس ہستی کو اللہ تعالیٰ نے ساری دنیا کا رسول بنا کر بھیجا ہو، اور تمام دینوں پر اپنے دین کو جس کے ذریعہ غالب کرنے کا اس نے فیصلہ فرمایا ہو، یقیناً وہ اس کو معاون و مددگار بھی اعلیٰ صفات ہی کے حامل عطا فرمائے گا، بزدل اور حیلے بہانے کر کے جہاد و مہمات سے راہ فرار اختیار کرنے والے لوگ ہرگز عطا نہیں کرے گا۔ اور اگر بالفرض اس کو تسلیم ہی کر لیا جائے کہ رسول کے ساتھی انھیں کمزور صفات کے حامل تھے جو خمینی صاحب بتلاتے ہیں تو پھر رسول کا اپنے مشن میں ناکام ہو جانا بھی بالکل قطعی ہو جاتا ہے، پتہ نہیں خمینی صاحب نے زندگی میں کبھی تاریخ اسلام اور خدا کی کتاب قرآن کا مطالعہ بھی کیا ہے یا دوسرے ہی مشغلوں میں انھوں نے اپنی پوری زندگی گزاری ہے، اگر خمینی صاحب کا رسول کے ساتھیوں کی نسبت یہی خیال ہے تو برائے مہربانی وہ اتنا ہی بتانے کی زحمت کریں کہ اسلام کی وہ سب سے پہلی اور فیصلہ کن جنگ جس کو قرآن نے فرقان یعنی حق و باطل میں قطعی فیصلہ کرنے والی جنگ بتلایا ہے، یہ کن لوگوں نے لڑی تھی، اگر صحابہ کرامؓ جنگوں سے راہ فرار اختیار کیا کرتے تھے تو اسلام کا یہ سب سے پہلا معرکہ کس نے سر کیا تھا، جس نے نپولین کو بھی حیرت میں ڈال دیا ہے اور وہ یہ سمجھنے سے بالکل قاصر رہا ہے کہ تین سو تیرہ نہتے انسانوں نے ایکہزار آہن پوش پہلوانوں کو کس طرح کچل ڈالا تھا، صحابہ کرامؓ جب تاریخ کے اسٹیج پر آئے تو ان کے کارناموں کو دیکھ کر دنیا رستم و سہراب و اسفندیار کی بہادری کے فرضی اور واقعی تمام افسانوں کو بھول گئی، مگر خمینی صاحب کا خیال اس کے قطعی برعکس ہے، اگر خمینی صاحب نے قرآن مجید کی چند آیات ہی پڑھ لی ہوتیں تب بھی اسلام کے دور اول کی تاریخ سے اپنی ناواقفی کے افسوسناک مظاہرے سے وہ بچ جاتے، جس کے بعد وہ بہت ہی قابل عبرت بن کر رہ گئے ہیں۔

قریش مکہ، عرب کے قبائل کو ہزاروں کی تعداد میں جمع کر کے مدینہ پر چڑھا لائے، یہ فوجیں خدا کے رسول، رسول کے صحابہ، اور خدا کے دین کو نابود کر دینے کے ناپاک ارادے کیساتھ حملہ آور ہوئی تھیں ان لشکروں کی یورش سے صحابہ کرامؓ پر کیا اثر پڑا تھا؟ وہ ڈر اور سہم کر اپنے گھروں میں جا چھپے تھے؟ یا پتھر کی منہ بولتی چٹانوں کی طرح دشمن کے مقابلہ پر ڈٹ گئے تھے؟ اس کو قرآن مجید ہی سے معلوم کر لیجئے، قرآن بتلاتا ہے،

"وَلَمَّا رَأَى الْمُؤْمِنُونَ الْأَحْزَابَ قَالُوا هَٰذَا مَا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَصَدَقَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَمَا زَادَهُمْ إِلَّا إِيمَانًا وَتَسْلِيمًا" (سورۂ احزاب)

(اور جب اہل ایمان نے ان لشکروں کو دیکھا تو کہا کہ یہ تو وہی ہے جس کی اللہ اور اس کے رسول نے ہم کو خبر دی تھی اور اللہ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا تھا، اور اس سے ان کے ایمان اور اطاعت میں ترقی ہوئی)

یعنی فوجوں کے چڑھ آنے پر جو پہلی بات صحابہ کرامؓ کی زبان سے نکلی وہ یہ تھی کہ اگر یہ خونخوار ہم پر چڑھ آئے ہیں تو ہمارے لئے یہ بات نہ خلاف توقع ہے اور نہ قابل حیرت بلکہ یہ تو ہماری توقع کے عین مطابق ہے، کیونکہ اللہ اور رسول نے ہم کو پہلے ہی خبر دے دی تھی کہ تمہارے ایمان کی آزمائش اور تمہارے خلوص کا امتحان ہوگا، صحابہ کی یہ بات نقل کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ ان کی تعریف میں فرماتا ہے کہ ان لشکروں کے آنے سے صحابہ کے ایمان اور جذبۂ اطاعت میں ترقی ہوئی، خمینی صاحب فرمائیں کہ کیا بزدلوں کو خدا کے یہاں سے بہادری کی ایسی ہی سند ملا کرتی ہے۔

وہ صحابہ کرامؓ جو تمام جنگوں میں شریک رہے، اور وہ جو اپنی خاص مجبوریوں کے باعث بعض معرکوں میں شریک نہ ہو سکے، قرآن دونوں گروہوں کے اخلاص، جذبۂ جہاد اور شوق شہادت کی یکساں تصدیق کرتا اور ان کی تعریف میں فرماتا ہے:-

"مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَنْ قَضَىٰ نَحْبَهُ وَمِنْهُمْ مَنْ يَنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيلًا"

(ایمان والوں میں کتنے مرد ہیں جنھوں نے سچ کر دکھایا جو عہد کیا تھا اللہ سے، پھر کوئی پورا کر چکا اپنا ذمہ اور کوئی (اس کے وقت) کا منتظر ہے، اور ان سب نے اپنے قول کو ذرا بھی نہیں بدلا)۔

اللہ سے باندھے ہوئے عہد میں سچے ہونے کی کیسی گواہی صحابۂ کرام کی نسبت قرآن مجید دے رہا ہے، وہ اعلان کر رہا ہے کہ ان نیک نہادوں نے خدا سے کئے ہوئے عہد میں ذرہ بھر فرق نہیں آنے دیا لیکن اس کے مقابلہ میں خمینی صاحب جو کچھ فرماتے ہیں وہ آپ اوپر پڑھ چکے۔

غزوۂ تبوک کا معرکہ کتنی سخت آزمائش و امتحان کا معرکہ تھا، مدینہ طیبہ سے کئی سو میل کا فاصلہ طے کر کے ملک شام کی سرحد پر لشکر اسلام کو پہنچنا تھا، اور مقابلہ ایک ایسی فوج سے درپیش تھا جو فنون حرب کی ماہر اور تعداد میں اسلامی فوج سے کئی گنی تھی، پھر صحابۂ کرامؓ کی ایک بہت بڑی آزمائش یہ تھی کہ کھجور کی فصل جس پر اُن کے سال بھر کے گزر اوقات کا دارومدار تھا، وہ بالکل تیار کھڑی تھی اور اس کو اسی حال میں چھوڑ کر جانا تھا سفر کے لئے سواریاں بھی صحابہ کو میسر نہ تھیں، لیکن ان تمام مشکلات کے باوجود رسول خدا نے جونہی روانگی کا حکم دیا، تمام مسلمان فوراً ملک شام کی طرف روانہ ہو گئے۔

چند غریب و نادار صحابہ جو کسی طرح سواری کا انتظام نہ کر سکے، انھوں نے جب خود کو شرکت جہاد سے محروم ہوتے دیکھا تو بیقرار ہو خدمت نبوی میں حاضر ہوئے اور درخواست کی کہ ہو سکے تو حضور سواریوں کا انتظام کرا دیں، لیکن جب رسول خدا نے بھی معذوری ظاہر فرمائی تو اُن لوگوں پر کیا گزری اُس کی سچی تصویر قرآن مجید نے دنیا کے سامنے پیش کر دی ہے، ارشاد خداوندی ہے:-

"وَلَا عَلَى الَّذِينَ إِذَا مَا أَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَا أَجِدُ مَا أَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ تَوَلَّوْا وَأَعْيُنُهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا أَلَّا يَجِدُوا مَا يُنْفِقُونَ"

(اور نہ اُن پر (کوئی الزام ہے) جو تمہارے پاس آئیں تاکہ آپ ان کے لئے سواری کا بندوبست فرمائیں، تم سے جواب پائیں کہ میرے پاس کوئی چیز نہیں جس پر تم کو سوار کراؤں، اس پر اس حال میں واپس ہوں کہ اُن کی آنکھوں سے آنسو رواں ہوں اس غم میں کہ خرچ کا مقدور نہ پایا)۔

صحابۂ کرامؓ کے جذبۂ جہاد کی تصویر کس نے پیش کی ہے؟ اس ہستی نے جو عالم الغیب والشہادۃ ہے، مگر خمینی صاحب کا ارشاد ہے کہ قرآن کی وہ آیتیں جو جھوٹے منافقوں اور قطعی کافروں کے حق میں نازل ہوئی تھیں موصوف نے ان کو صحابۂ کرام کے حق میں نازل شدہ ٹھہرا دیا ہے، حالانکہ انھوں نے سورہ توبہ کی جس آیت کی طرف اشارہ کیا ہے اگر اس سے پہلے اور بعد کی دو دو آیتیں ہی انھوں نے پڑھ لی ہوتیں تو وہ اس غلط بیانی کی جرأت نہ کرتے۔ قرآن نے صاف الفاظ میں فرمایا ہے:-

"إِنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَمَاتُوا وَهُمْ فَاسِقُونَ" (سورہ توبہ)

(انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا، اور ان کی موت بھی حالت فسق واقع ہوئی)۔

کیا نعوذ باللہ یہ اصحاب رسول کا حال بیان ہوا ہے، کسی کا دماغ بالکل ہی خراب ہو جائے تو دوسری بات ہے ورنہ کوئی جاہل سے جاہل مسلمان اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا، مگر خمینی صاحب بڑے ہی اطمینان کے ساتھ صحابہ کی نسبت اسی قسم کے اسٹیٹمنٹ دیتے چلے جاتے ہیں اور اپنی جگہ بالکل مطمئن ہیں کہ وہ جو کچھ کہہ رہے ہیں بالکل حق کہہ رہے ہیں۔

جو جنگ عراق کے مقابلہ میں اس وقت خمینی صاحب لڑ رہے ہیں اس میں وہ برسر حق ہیں یا برسر باطل اس کو تو ارباب سیاست ہی جان سکتے ہیں، ہم اس پر بحث کی پوزیشن میں نہیں ہیں لیکن صحابۂ کرام کی نسبت جو بیان تہران ٹائمز میں چھپا ہے، خمینی صاحب کی طرف اُس کی نسبت درست تسلیم کرنے کے بعد دین کے لئے تو ان کو نہایت ہی خطرناک آدمی تسلیم کرنا ہوگا، اسی پہلو سے اس وقت اظہار خیال کیا گیا ہے۔

بقیہ ص ۱۴

"شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِنَ الْهُدَىٰ وَالْفُرْقَانِ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَىٰ مَا هَدَاكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ" (بقرہ - ۱۸۵)

(روزہ کا مہینہ، رمضان کا مہینہ (ہے) جس میں قرآن (اول اول) نازل ہوا جو لوگوں کا رہنما ہے اور (جس میں) ہدایت کی کھلی نشانیاں ہیں اور (جو حق و باطل کو) الگ الگ کرنے والا ہے تو جو کوئی تم میں سے اس مہینے میں موجود ہو، چاہیئے کہ پورے مہینے کے روزے رکھے، اور جو بیمار ہو یا سفر میں ہو تو دوسرے دنوں میں (رکھ کر) ان کا شمار پورا کرے خدا تمہارے حق میں آسانی چاہتا ہے اور سختی نہیں چاہتا، اور (یہ آسانی کا حکم) اس لئے (دیا گیا ہے) کہ تم روزوں کا شمار پورا کرو اور اس احسان کے بدلے کہ خدا نے تم کو ہدایت بخشی ہے۔ تم اس کو بزرگی سے یاد کرو اور اس کا شکر کرو)۔

اس مبارک مہینہ میں اور دنوں کے مقابلہ میں مومن کا رزق بڑھا دیا جاتا ہے روزہ میں انسان بھوکا پیاسا رہتا ہے، اور بھوک پیاس کو روحانی ترقی میں بڑا دخل ہے، وہ باطنی صلاحیتوں کو بڑھانے میں بڑا اہم رول ادا کرتے ہیں، سستی کاہلی اور کثرت نیند، خوب کھانے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے، روح کی صفائی سے انسان کی سرشت ستھری ہو جاتی ہے اور وہ درجات کمال کی طرف پرواز کرنا ہے، حتیٰ کہ وہ ان خواص کے رتبہ کو پہنچ جاتا ہے جو ابرار کہلاتے ہیں، روزہ کی ایک یہ حکمت ہوئی دوسری حکمت یہ ہے کہ جب انسان بھوک کی تکلیف و سوزش محسوس کرے گا تب اس کو اپنے بھوکے پیاسے بھائیوں کی تکلیف کا اندازہ ہوگا جو ایک ایک لقمہ کو ترستے ہیں، پھر یہ ان کی اعانت کی بقدر استطاعت جلد کوشش کرے گا اور عمدہ ذخیرات دے گا، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رمضان کے روزہ کے اجر کو اتنا بڑھایا کہ جو شخص ایمان و یقین اور ثواب کی امید و بھروسہ کے ساتھ روزہ رکھے گا اس کے سارے گناہ معاف ہو جائیں گے چاہے سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں،

رمضان میں جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، شیطان مقید کر دیئے جاتے ہیں، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت رمضان المبارک کے لئے پورے سال سجائی اور سنواری جاتی ہے جب رمضان المبارک کا پہلا دن ہوتا ہے تو عرش الٰہی کے نیچے جنت کے پتوں سے ہوکر حوروں پر سے ہوا کا جھونکا گزرتا ہے اس وقت حوریں کہتی ہیں، اے اللہ! تو بندوں میں سے ہمارے ایسے شوہر بنا کہ ان سے ہماری آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور ہم سے ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔

امام شعبی نے فرمایا: رمضان کا ایک روزہ ہزار دن سے بہتر ہے، ایک تسبیح ہزار تسبیح سے بہتر ہے، ایک رکعت ہزار رکعت سے افضل ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ کونسا صدقہ افضل ہے؟ آپ نے فرمایا "رمضان کا صدقہ"۔

رمضان المبارک کا چاند دیکھنے کا بھی اہتمام کرنا چاہیئے، ہر شخص کو اس کی فکر ہونی چاہیئے، ایک دوسرے پر نہ ٹالنا چاہیئے کہ یہ ٹالنے والا مزاج دنیا و آخرت دونوں جہان میں پیچھے ڈالتا ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نگراں مقرر ہے جو دیکھتا رہتا ہے اور بندوں کے حالات سے باخبر رہتا ہے، اس سے ڈرتے رہنا چاہیئے کہ ہمارے اعمال نامہ میں کوئی کوتاہی نہ درج ہو، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:-

"وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللَّهَ فَأَنْسَاهُمْ أَنْفُسَهُمْ أُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ" (حشر - ۱۹)

(تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جو اللہ کو بھول بیٹھے تو خدا نے ان کو بھلا دیا یہ بدکردار لوگ ہیں)۔

امداد و تعاون کی اپیل!

اسلامی ماحول میں عصری علوم کا اقلیتی ادارہ "ملت اردو بائی اسکول روپس پور" جسمیں درجہ پرائمری سے دسویں کلاس تک تعلیم دیجاتی ہے۔ گیارہ اساتذہ تعلیمی خدمت پر مامور ہیں۔ فی الحال اسکول آپ کے امداد و تعاون کا محتاج ہے۔

ترسیل زر کا پتہ:- مہتمم ملت اردو بائی اسکول، روپس پور، پوسٹ وہم سائن ضلع دربھنگہ (بہار)۔

العارض: وصی احمد شمسی

مولانا محمد اشرف خانصاحب، صدر شعبۂ عربی پشاور

سلوک سلیمانی

شیخ کی حیثیت محض آلہ و وسیلہ کی ہے:

حضرت والا رحمۃ اللہ تعالیٰ کو اپنے شیخ عالی مقام حضرت مولانا تھانوی قدس سرہٗ سے جو محبت و عقیدت تھی اس کا کچھ اندازہ حضرت مولانا عبدالماجد صاحب دریابادی کے ان الفاظ سے ہو سکتا ہے۔

"حکیم الامت و امام طریقت حضرت تھانویؒ کا آخری زمانہ تھا کہ ان سے عقیدت پیدا ہوئی اور والہانہ حد تک پہونچ گئی۔ بیعت ہوئے اور مرشد کے اندر ایسے جذب ہوئے کہ ایک لفظ فنا فی الشیخ جو مدت سے سننے میں آرہا تھا۔ اس کا عملی نمونہ پیش کر دیا۔"

(صدق جدید ۴ر دسمبر ۱۹۵۲ء)

تاہم شیخ کی اس محبت و عقیدت اور اس میں فنائیت کے باوجود حضرت سیدی نوراللہ مرقدہٗ ایک محقق صوفی کی حیثیت سے شیخ کو محض ایک آلہ اور ذریعہ سمجھتے تھے اور اللہ تبارک تعالیٰ کو معطی حقیقی گردانتے تھے کہ شیخ کی حیثیت حدیث نبویؐ انا قاسم واللہ معطی سے اس قدر معلوم ہوتی ہے۔ اس بنا پر ہمیشہ تلقین یہی تھی کہ نظر صرف اللہ تعالیٰ پر ہونی چاہیے چنانچہ ایک خادم کو اس تحریر کا کہ "ہر وقت نظر کرم کا طالب ہوں" ان الفاظ میں جواب دیا:

"نظر ہر وقت اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم پر چاہیے انسان کے بس میں کیا ہے جو کسی انسان کو دے سکے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے خود دیتے شیخ صرف واسطہ ہوتا ہے جیسے سبرالی پانی۔ یہ ہوتی ہے مگر پانی کسی ظرف سے پیا جاتا ہے تو ظرف کو ہمہ تن واسطے کے کوئی فعل نہیں ہوتا معطی اللہ تعالیٰ ہے۔

ایک مسترشد خاص نے حضرت والا رحمۃ اللہ تعالیٰ کی شان میں تعریف کی حضرت شیخ قدس سرہ نے لکھا:

"یہ آثار بحمد اللہ ۔۔۔ میری نسبت اس حد تک ہے جس حد تک ایک متوسط کی ایک دوست کا خط دوسرے دوست تک پہنچانے کی ہے۔"

(تذکرہ ص ۶۳۱)

ان کو مختلف مکتوبات میں ارشاد فرماتے ہیں:

"جو کچھ ہوا اور ہوتا ہے وہ سب حق تعالیٰ کا فیض ہے۔ بندہ مامور ہے۔" (تذکرہ ص ۵۶۳)

"بہر حال آپ کو اس بیچدان کے خطوط سے جو فوائد حاصل ہوتے ہیں وہ سب اللہ تعالیٰ کے انعامات ہیں جو آپ کو آپ کے حسن نیت اور اخلاص پر عطا ہوتے ہیں۔ اللھم زد فزد۔ (تذکرہ ص ۳۹۶)

شیخ کے حقوق اور ان کی ادائیگی:

ہمارے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک شیخ کے حقوق کی ادائیگی کے معنی یہ تھے کہ اس کی جو ہدایات شرع کے مطابق ہوں ان کی بجا آوری میں کوتاہی نہ برتی جائے۔ ایک گرامی نامہ میں ارقام فرماتے ہیں:

"اس (یعنی شیخ) کے حقوق کی ادائیگی یہی ہے کہ اس کے ہدایات کو جو حتی شرع ہوں بجا لانے کی کوشش میں لگا رہے۔"

مرید اب کو کہتے ہیں:

"نائے ہوئے طریقے کو بے وجہ بلا مجبوری نہ چھوڑیں۔"

ایک خادم کو تحریر فرمایا:

"میرا کوئی حق نہیں جو آپ نے تلف کیا، اس کی فکر نہ کریں۔"

مراد یہ ہے کہ اگر سالک شیخ کی ہدایات و تعلیمات کی کامل پابندی ہمت و عزیمت سے کرتا رہے تو یہی شیخ کے حقوق کی ادائیگی ہے دگر رسمی امور کی فکر میں مبتلا، اور رواجی آداب و تعلقات کے درپے ہونا مفید نہیں۔ اصل مقصد کام ہے نہ کہ عامیانہ قیود و رسوم اور ظاہری تکلفات کی پابندی۔

تصور شیخ: حضرت والا رحمۃ اللہ تعالیٰ تکلف کے ساتھ تصور شیخ کو منع فرماتے تھے اور اگر خود بخود آجائے تو اسے بُرا نہیں سمجھتے تھے۔ ایک طالب کو تحریر فرماتے ہیں:۔

"تصور شیخ پر ہمارے ہاں بنا نہیں، اگر از خود بلا تکلف کبھی تصور آجائے تو حرج بھی نہیں کہ بالقصد اس کا تصور کرنا اور اس کو قائم رکھنے کی کوشش کرنا درست بھی نہیں، کیونکہ اس سے شیخ کے حضور کے غلط عقیدہ کی رہبری ہوتی ہے جو شرک تک پہنچ جاتا ہے۔ میرا تصور بغیر تکلف کے آجائے تو کوئی حرج نہیں کہ یہ بہ تقاضائے محبت ہے مگر تکلف کے ساتھ تصور میں لانے کی کوشش نہ کریں۔"

ایک دوسرے طالب کو جن پر حضرت شیخ قدس سرہٗ کا دھیان مستولی ہو گیا تھا ارقام فرمایا:۔

"یہ صرف آپ کی محبت کا کرشمہ ہے اپنے اختیار و ارادہ سے تصور جمانا غلط ہے اگر از خود آجائے تو کوئی حرج نہیں یہ ایک حال ہے، جس کا ذکر میرے ایک شعر میں بھی ہے ؎

سجدہ طرف کعبہ ہے دل تیری طرف ہے
اب قبلہ بھی اے قبلہ نما بھول گیا ہوں

ایک ارادتمند کو لکھتے ہیں:۔

"اس فقیر کو یاد کرنا محبت فی اللہ کا ثمرہ ہے، زادنا اللہ تعالیٰ حبا فیہ، اپنا ایک شعر یاد آیا لکھتا ہوں ؎

ہر سمت نظر آتے ہیں ہر وقت وہ مجھ کو
دوری مسافت کا گلہ بھول گیا ہوں

غرض اگر شیخ کا تصور بلا قصد و تکلف آجائے اور غلبہ حال کی بنا پر شیخ کا دھیان چھا جائے تو حرج نہیں، لیکن احتیاط اسی میں ہے کہ خود تکلفاً تصور نہ جمائے۔

حضرت والا رحمۃ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:۔

"تصور شیخ بلا قصد ہو تو حرج نہیں۔"

توجہ شیخ: توجہ سے (اصطلاحاً) مراد شیخ کا تصرف و تاثیر ہے کہ شیخ اپنے مریدین کی اصلاح باطنی کے لئے اپنی ہمت و دعا کو استعمال کرتا ہے اور طالبین کی طرف پورے فراغ قلب سے متوجہ ہو کر ان کی قلبی حالت میں باذن اللہ تصرف کرتا ہے اس توجہ سے وقتی طور پر سالک کو فائدہ پہنچ جاتا ہے لیکن اس کا اثر دائمی نہیں ہوتا۔ اس وجہ سے یہ توجہ عارضی طور پر مفید رہتی ہے۔ اس میں مصالح بھی ہیں اور بعض امراض باطنی کے لئے توجہ گاہے زود اثر بھی ہوتی ہے لیکن بعض مفاسد کی وجہ سے ہمارے طریق میں اس کا عمومی چلن اور اشتغال نہیں ہے۔ شیخ کے لئے اس کا بڑا نقصان یہ ہے کہ توجہ کے دوران میں مخلوق (یعنی جس کی طرف توجہ کی جاتی ہے) کی طرف کاملاً متوجہ ہونا پڑتا ہے اور غیرت توحید اسے نہیں چاہتی منفعل یعنی جس پر توجہ کی جاتی ہے وہ شیخ کی توجہ پر نکیہ کر لیتا ہے اور ذاتی محنت و کوشش سے بے پرواہ ہو جاتا ہے اس لئے سلوک سلیمانی میں توجہ پر مدار نہیں ہے بلکہ مسنون طرق وعظ و نصیحت اور دعا سے "توجہ" کا کام لیا جاتا ہے اور طالب کے عزم و ہمت کو مہمیز کی جاتی ہے۔ ایک خادم نے حضرت سیدی قدس سرہٗ کو لکھا:

"سنتے ہیں آتا ہے کہ کبھی بار اللہ تعالیٰ کے بندوں نے اپنی دعا اور ہمت سے ناممکنوں کو کام کا بنا دیا۔ اگر یہ حقیقت ہے تو یہ ناکارہ نگاہ کرم کا سب سے زیادہ محتاج ہے۔"

حضرت شیخ نے کیا پُر حکمت جواب دیا:۔

"ہاں بھائی یہ اللہ تعالیٰ کی عنایت و رحمت خصوصی ہے جو وہ اپنی

حیثیت سے کسی پر کرتے ہیں، ورنہ سنت اللہ جو جاری ہے ہم کو تو اس کے راستے سے ان تک پہنچنے کی کوشش کرنی چاہیے اس میں لگے رہنا چاہیے ؎

ملنے نہ ملنے کا وہ مختار آپ ہے
پر تجھ کو چاہیے کہ لگا دو لگی رہے

لیکن اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ اس سلسلہ میں تاثیر باطنی یا برکت شیخ اور فیض صحبت کی کمی کو جاننے والے جانتے ہیں کہ حضرت والا رحمۃ اللہ تعالیٰ اپنے صاحب برکت بزرگ تھے جن کی مثال کم ہی ہوگی آپ کے متعلقین شاہد ہیں کہ حضرتؒ نے مریدین سے زیادہ مجاہدات نہیں کرائے تھے لیکن تھوڑی سی محنت پر وہ اثرات مرتب ہو جاتے تھے جس کا وہم و گمان بھی نہیں ہوتا تھا۔

ایک مرتبہ حضرت شیخ قدس سرہٗ کسی اخبار کا مطالعہ فرما رہے تھے راقم قلب اقدس کی طرف متوجہ تھا کہ ناگاہ دل میں یہ خطرہ گذرا، کاش حضرت کچھ ارشاد فرماتے، اس خطرہ کے گذرتے ہی مسکرا کر فرمایا۔ لوگ کہتے ہیں، کچھ کہئے اور اکبرؔ کہتے ہیں ؎

"ناشیر دکھا تقریر نہ کر"

حضرت والا رحمۃ اللہ تعالیٰ کے ہاں گو معروف توجہ کا دستور و اہتمام نہ تھا لیکن صحبت کے ضمن میں ایک واقعہ بیان کئے بغیر آگے بڑھنے کو جی نہیں چاہتا، حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی بندہ میں آخری حاضری ۲ر جولائی ۱۹۵۳ء سے ۱۷ر اگست ۱۹۵۳ء تک رہی، میرا قیام دوسری جگہ تھا مگر روزانہ حاضری ہوتی تھی۔ حضرت والا رحمۃ اللہ تعالیٰ کی طبیعت عموماً علیل و کمزور رہتی تھی اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ حضرتؒ کو وقت موعود کے قریب آنے کا گمان ہو چلا تھا۔ اس لئے اشارے تصریح کی حد تک واضح تھے۔ چنانچہ بارہا ارشاد فرمایا کہ:۔

"اپنے آخری ایام میں شبلی مرحوم کہا کرتے تھے۔ ؎ "کشتۂ محفل سے اٹھے گا دھواں کب تک"۔ جس سے حضرت والا کی اپنی ذات مراد ہوتی تھی۔

ایک مرتبہ ایک حکیم صاحب نے نبض دیکھ کر کہا۔ تیرہ بار نبض چل کر ٹھہر جاتی ہے فرمایا، اتنی عمر چلتی رہی ہے، آخر آرام بھی کرے گی۔

ہر حال حضرت سیدی قدس سرہ کو گو یا یقین تھا کہ یہ اس کم نصیب کی آخری حاضری ہے اسلئے لطف و کرم کا دریا جوش پر تھا۔ راقم نے عرض بھی کیا تھا ؎

اشرفؔ فقیر است و گدا افتادہ در شہر شما
شاید کہ از بہر خدا سوئے غریباں بنگری[1]

میری واپسی کے قریب پوچھا، کب روانگی ہے جب دو دن رہ گیا تو ایک دن تنہائی میں اس فقیر کے حال پر توجہ خاص فرمائی۔ تھم تھم کر ملفوظات سے سعادت بخشتے رہے۔ اس دوران میں راقم کو توجہ باطنی کا ایسا شدید احساس ہوا کہ معلوم ہوتا تھا کہ دل بیٹھ جائے گا۔ اس تاثیر و اثر کی یاد آج تک تازہ ہے ؎

خدا جانے مجھے کیا دے کے ساقی نے بلایا ہے
وہ کب کا جا چکا پھر بھی نظر آتا ہے محفل میں

[1] خسرو کا شعر ہے اصل شعر میں اشرفؔ کی جگہ خسروؔ ہے۔ اس تصرف پر خسروؔ کی روح سے معافی کا خواستگار ہوں۔

غزل

امجد علی غزنوی

ہم پر کھلا یہ راز نوائے راز سے
ہے حق کو رابطہ بھی بالآخر مجاز سے

صد آفتاب حشر بھی بیدادِ حشر میں
شرمار ہے تھے ذرۂ انساں نواز سے

خود کو مٹا کے ہم کو اٹھانے رہے ہیں جو
معلوم ہو رہے ہیں وہی سرفراز سے

کیسے بلندیوں پہ رہیں یاد پستیاں
نسخہ ہمیں ملا یہ بیاضِ ایاز سے

اٹھتے ہیں پردہ ہائے دل و دیدہ جب نظر
مل جاتی ہے کسی نگہِ باکباز سے

اس ظلمتِ تمام سے اللہ کی پناہ
ٹکرا رہے ہیں آئینہ سازے سے

سیلابِ نورِ عقل میں گم ہے جنونِ عشق
لائے تھے ہم جو بارگہِ کارساز سے

سرگرم رقص ہو گئی گل کائناتِ حسن
ننھے ٹپک پڑے جو مرے دل کے ساز سے

پہنے ہوئے ہے خلعتِ دیوانگی وہ گل
جو باخبر ہے جانِ گلستان کے راز سے

ہر درد کو بنا دے جو اک درد لادوا
کوئی نہ ملا دے اسی چارہ ساز سے

ناکامیوں سے کام رہا عمر بھر انھیں
ہے جو زندگی کے نشیب و فراز سے

آئینہ ہائے دل نے چرائیں سیاہیاں
بختِ شبِ فراق سے زلفِ دراز سے

دکھ میں کسی کے جب نہ کبھی کام آ سکے
امجد تو کیا ملا تجھے عمرِ دراز سے

غزل

غیاث نگرامی

یقیں نہ آئے تو پوچھو گلوں سے گلشن سے
یہ کس کے خون کی سرخی ہے ان کے دامن میں

اندھیری رات میں آیا ہے کوئی چپکے سے
یہ کیسی چاندنی چھٹکی ہے دل کے آنگن میں

لبوں پہ خشکی ہے دیوار و در مگر تر ہیں
وہ کون ہے جو نہ رو دے گا ایسے ساون میں

خفیف تن پہ نہ جاؤ کہ یہ نہیں معیار
کبھی تو جھانک کے دیکھو کوئی مرے من میں

نہ جذب و شوق نہ مستی و کیف کا عالم
نہیں بتاؤ کہ رکھا ہے کیا نئے پن میں

اسیر دامِ تحزب ہو جس کی فکر و نظر
غیاثؔ ڈوب نہ پائے گا وہ کبھی من میں

بمبئی میں
خالص گھی اور میوہ جات سے بھرپور
مٹھائیاں اور حلویات
عند ولد بند
سلیمانی افلاطون
اس کے علاوہ خصوصی پیشکش
ڈرائی فروٹ برفی
بلک کیک * قلاقند * ملائی * برفی * کوکو سلائی برفی
ہر قسم کے تازہ و خستہ
بسکٹ
اور
نان خطائیاں
خریدنے کا قابل اعتماد مرکز
سلیمان عثمان مٹھائی والے
میناراہ مسجد کے نیچے، بمبئی
فون 320059
بنکارہ ۔۔۔ ۳۳ - محمد علی روڈ بمبئی ۳

رمضان المبارک

شیخ محمد بن احمد بن حسن خزرجی (ابوظبی) ترجمہ: شمس الحق ندوی

رمضان المبارک برکات خداوندی، رحمت و روحانی ترقی، اعمال خیر اور ذکر و عبادت کا موسم بہار ہے، مبارک ہے وہ شخص جو اس ماہ مبارک میں عبادات میں مشغول رہ کر اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرتا ہے دنیا کے جال میں پھنس کر آخرت سے غافل نہیں ہوتا، یہ مبارک مہینہ جہاد بالنفس، شب بیداری اور اللہ کی خوشنودی کے لئے محنت و کوشش کا مہینہ ہے، کھانا پینا ترک کر کے نفس کے ساتھ جہاد ہے۔ جہاد ہے بدکلامی و گناہوں سے بچنے اور رات میں ذکر و تلاوت اور تراویح میں کھڑے رہنے کا، بندہ کو چاہیئے کہ اس مبارک مہینہ کی مبارک گھڑیوں کے ختم ہونے سے پہلے اس کی خیر و برکت سے فائدہ اٹھانے میں جلدی کرے، اس سے قبل کہ موت بندہ کی تمناؤں کو ختم کر دے، بندہ دل کھول کر نیک عمل کر لے، کتنے روزہ دار ہیں جو اس سال کے رمضان میں موت کے پھندے میں آچکے ہیں، کتنے وہ اللہ کے بندے ہیں جو اس مبارک مہینہ میں ذکر و عبادت میں مشغول رہتے تھے اور آج مسجدیں اور محلے ان سے خالی ہیں ان جانے والوں سے عبرت حاصل کرنی چاہیئے کہ عبرت بہترین ناصح اور واعظ ہے، موجودہ وقت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ذکر و نصیحت میں مشغول رہنا چاہیئے کہ نصیحت مومنین کو فائدہ پہنچاتی ہے، امید و آسرے پر وقت کو ضائع کرنے سے بہت بچنا چاہیئے، وقت ایسی چمک ہے جو پلک جھپکتے ہی ختم ہو جاتی ہے زندگی تصور و خیال کے مانند ہے جو تیزی کے گذر جاتی ہے، انسان جو کچھ دیکھتا ہے اس کی حیثیت خواب کی سی ہے کہ جب سونے والا بیدار ہوتا ہے تو خواب کی باتیں غائب ہوتی ہیں اور خواب دیکھنے والا پشیمان ہوتا ہے اور پشیمانی سے کچھ حاصل نہیں ہوتا، کاتب تقدیر نے اپنا قلم اٹھا لیا، ہوشیار وہ ہے جو آخرت کی فکر میں کوشاں ہو۔

دشوار گذار اور پریشان کن گھاٹی سامنے ہے جس کو تیز رو ہلکے پھلکے لوگ ہی طے کر سکیں گے، اس وقت اس مبارک و خیر و برکت والے مہینہ کی نعمت حاصل ہے۔ انسان کے لئے موقع ہے کہ آئندہ کے لئے عمل کر لے، آنے والے کٹھن راستہ کو آسان بنالے، یہ ایسا مبارک مہینہ ہے کہ اس میں جو ایک نیک کام کرے گا اس کو اس فرض کا ثواب ملے گا جو غیر رمضان میں ادا ہو، ایسا مہینہ کہ اس میں نیکیاں ستر گناہ سے لے کر سات سو گنا تک بڑھائی جاتی ہیں، لہٰذا چاہیئے کہ انسان اخلاص نیت کے ساتھ روزہ رکھے اور رمضان کی راتوں میں تلاوت کلام پاک کی کثرت کرے۔

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رمضان اور قرآن پاک روزہ رکھنے والے اور تلاوت کرنے والے کی سفارش کرتے ہیں، روزے کہیں گے کہ بارالٰہا میں نے اس کو دن میں کھانے پینے سے روکا تو اس کے لئے میری شفاعت قبول فرما اور قرآن پاک کہے گا کہ خداوندا میں نے اس کو رات میں سونے سے روکا تو اس کے لئے میری سفارش قبول فرما۔"

صحابۂ کرام رمضان المبارک کی راتوں میں مسجدوں کو اللہ کے ذکر اور نماز و تلاوت سے آباد رکھتے تھے، پابندی سے اس پر ان کا عمل ہوتا تھا، وہ خدا کی رضا جوئی میں مشغول ہوتے تھے، ہماری زندگی میں ان کی سیرت کا عکس کہاں پایا جاتا ہے، ہماری مسجدیں خالی ہوتی ہیں، ہم میں سے بہت کم لوگ تلاوت کرتے ہیں، بے توجہی اور اجرد خواب سے بے نیازی کا مظاہرہ کرتے ہیں، اس مبارک مہینہ کی خصوصیت یہ ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ جب اپنے بندہ کا حساب لے گا تو اس کی خطاؤں کو نیک عمل کے بدلہ معاف کرتا جائے گا۔ جب اس کے سارے نیک عمل ختم ہو جائیں گے صرف روزہ باقی رہ جائے گا تو اللہ تعالیٰ ساری خطاؤں کو اٹھالے گا اور روزہ کے بدلہ اس کو جنت میں داخل فرمادے گا۔ انسان کو چاہیئے کہ رمضان کی اس خصوصیت کو پہچانے اور اچھی طرح روزہ کا حق ادا کرے، نیک عمل کرے۔

"حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب رمضان کا مہینہ آجاتا تھا تو قیدیوں کو آزاد فرمادیتے تھے، ہر سائل کی مراد پوری فرماتے تھے۔" روزہ کا پورا حق ادا کرنا چاہیئے، گفتگو میں بھلی و ناشائستہ باتوں، غیبت، جھوٹ، شور و شغب اور فحش باتوں سے بہت دور رہنا چاہیئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو شخص جھوٹی باتوں اور غیبت سے پرہیز نہ کرے تو اللہ تعالیٰ کو اس کی ضرورت نہیں کہ ایسا شخص اپنا کھانا پینا چھوڑ دے۔ (بخاری)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے،

"یا ایھا الذین آمنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون ہ ایاما معدودات فمن کان منکم مریضا أو علیٰ سفر فعدۃ من ایام آخر وعلی الذین یطیقونہ فدیۃ طعام مسکین فمن تطوع خیرا فھو خیر لہ وان تصوموا خیر لکم ان کنتم تعلمون ہ (بقرہ: ۱۸۳ - ۱۸۴)

(مومنو! تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تم پرہیزگار بنو (روزہ کے دن) گنتی کے چند روز ہیں تو جو شخص تم میں سے بیمار ہو یا سفر میں ہو تو دوسرے دنوں میں روزہ کا شمار پورا کرے اور جو لوگ روزہ رکھنے کی طاقت رکھیں (لیکن رکھیں نہیں) وہ روزہ کے بدلے محتاج کو کھانا کھلا دیں، اور جو کوئی شوق سے نیکی کرے تو اس کے حق میں زیادہ اچھا ہے اور اگر سمجھو تو روزہ رکھنا ہی تمہارے حق میں بہتر ہے)۔

یہ بڑا عظیم الشان و مبارک مہینہ ہے ایسا مبارک مہینہ جو گناہوں کو ختم کر دیتا ہے دلوں کو پاک و صاف کرتا ہے، روزہ امت محمدیہ پر ایسے ہی فرض ہوا ہے جیسے پہلی امتوں پر فرض تھا، مگر رمضان المبارک کی فضیلت اور خیر و برکت اسی کو حاصل ہے، روزہ گناہوں کا کفارہ بنتا ہے، بندہ کو خدا سے ملانے کا دروازہ کھولتا ہے، اسکے شرف و فضیلت کا تقاضا ہے کہ انسان ان مبارک گھڑیوں میں دامن مراد بھرنے کے لئے کوشش ہو جائے، کامیاب وہی ہوتا ہے جو کوشش و مجاہدہ کرتا ہے، ایمان کا مزہ اسی کو آتا ہے جو رب کی یاد میں ڈوب جاتا ہے اور غیر اللہ سے دست کش رہتا ہے، سستی و کاہلی سے دور رہتا ہے، ایسا شخص اہل اللہ و مقربین میں شامل ہو جاتا ہے، خیر و بھلائی کی ہر شاخ پر نشیمن بناتا ہے، فرشتے اس سے مصافحہ کرتے ہیں اس سے پردہ اٹھ جاتا ہے اور بھلائی و سعادت کا نور نظر آتا ہے اس کے لئے رب کریم کی طرف سے خیر و برکت اور ترقی کا حتمی فیصلہ ہوتا ہے، اس کو سیادت و سربراہی کا تاج پہنایا جاتا ہے، عالم الملکوت میں اس کا چرچا ہوتا ہے، اس کو روئے زمین پر محبوبیت و مقبولیت حاصل ہوتی ہے، زمین و آسمان دونوں جہان والے اس کو پہچانتے ہیں، یہ ہے صلہ رمضان المبارک کے آداب بجالانے والوں کا، جو نور صبح سے پہلے توبہ و استغفار میں مشغول ہوتے ہیں، ماہ مبارک کے آداب بجالاتے ہیں، روزہ پورا کرنے کے حریص ہوتے ہیں۔

ہم کو اس نعمت خداوندی پر ہزار زبان سے شکر گذار ہونا چاہیئے۔ بہار کا یہ موسم تھوڑے دنوں کا ہے اس میں دعاؤں کا خوب اہتمام کرنا چاہیئے خصوصاً افطار کے وقت اور نمازوں کے بعد، بندہ کو چاہیئے کہ رمضان کی مبارک اور خیر و برکت والی راتوں میں خشوع و خضوع اور تواضع و انکسار کے ساتھ اپنی کمزوری و بیچارگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے نوافل میں کھڑا رہے اور اس عالم الغیب کے سامنے جو دلوں پر دوں کے بھید کی باتوں کو جانتا ہے اس طرح تڑپے اور بے چین ہو جس طرح مار گزیدہ تڑپتا اور بے چین ہوتا ہے، اللہ سے عافی اور صحت و عافیت کا طالب ہو، اور رو رو کر کہے کہ اے ہمارے خالق و آقا تو ہم پر اپنی رحمت بیکراں کی چھڑی لگادے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب اخیر رات کا تہائی حصہ باقی رہتا ہے تو ہمارا رب آسمان دنیا پر اتر آتا ہے اور فرماتا ہے، جو مجھ سے دعا کرے گا میں قبول کروں گا، جو مجھ سے مانگے گا میں اس کو دوں گا، جو مجھ سے مغفرت کا طالب ہوگا میں اس کی مغفرت کروں گا۔ (متفق علیہ)

مسلم کی ایک روایت میں ہے وہ اپنے ہاتھوں کو پھیلاتا ہے اور فرماتا ہے اس کو کون قرض دیتا ہے جو غنی ہے (ادائگی قرض میں ذرا تاخیر نہ کرے گا) عادل ہے (جو قرض دینے والے کے قرض میں ذرا بھی کمی نہ کرے گا نہ تاخیر فرمائے گا) طلوع فجر تک یہ کیفیت رہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

(بقیہ ص ۱۱ پر)

دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

خدمات و ضروریات

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ہ

دارالعلوم ندوۃ العلماء محتاج تعارف نہیں ہے، اس کے قیام کو ۹۰ برس ہو گئے ہیں۔ خدا کا شکر ہے کہ اس اثنار میں اس نے گرانقدر علمی اور دینی خدمات انجام دی ہیں۔ تقریباً بائیس سال سے حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، ظلہٗ کی اس کی توجہ اور سرپرستی حاصل ہے، جن کے دور نظامت میں وہ ایک عظیم اسلامی مرکز بن گیا ہے نیز اس نے ایک بین الاقوامی دینی درسگاہ کی حیثیت اختیار کر لی ہے۔ اسلامی تعلیمات کی نشر و اشاعت اور دینی زندگی کے فروغ کے لئے اس کے طلبہ، اساتذہ اور کارکنان حسب توفیق کوشاں ہیں۔

اس وقت دارالعلوم ندوۃ العلماء میں ہندوستان کے مختلف علاقوں کے علاوہ ملیشیا، انڈونیشیا، تھائی لینڈ، جنوبی افریقہ، ٹرینیداد، یوگنڈا اور دوسرے ممالک کے طلبہ بھی زیر تعلیم ہیں، مختلف ملکوں سے برابر داخلے کی درخواستیں آتی رہتی ہیں، اللہ کے فضل سے عرب ممالک میں ندوۃ العلماء کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے، اور وہاں کے طلبہ میں اس کی تعلیم و تربیت سے استفادہ کی خواہش روز افزوں ہے۔ ان اسباب کی بنا پر داخلوں کی تعداد میں ہر سال غیر معمولی اضافہ ہو رہا ہے جس کی وجہ سے نئی اقامت گاہوں کی ضرورت پیش آرہی ہے اس کے علاوہ دارالعلوم کے مختلف شعبوں مثلاً دفاتر، لائبریری وغیرہ کے لئے علیحدہ مستقل عمارتیں درکار ہیں۔ طلبہ کی نئی اقامت گاہ "رواق اطہر" کا سنگ بنیاد ۲۱ مئی ۱۹۷۸ء کو رکھا گیا تھا بحمد اللہ جس کا تکملہ ہو چکا ہے اور زیر استعمال ہے۔

"معہد دارالعلوم" میں باوجود وسعت کے گنجائش ختم ہو چکی ہے اور امسال کثیر تعداد میں طلبہ کو واپس کیا گیا ہے، اسی طرح دارالعلوم میں بھی بہت سے داخلے محض نہیں مجبوریوں کی بنا پر نہیں کئے جا سکے۔ یہ صورت حال ذمہ داران دارالعلوم کے لئے باعث فکر ہے، اور محض جگہ کی تنگی کی وجہ سے شائقین علم دین کو واپس کرنا نیز مقیم طلبہ کی بڑھتی ہوئی دشواریاں اور ضرورتیں ان کی فکر و بے چینی میں مزید اضافہ کا باعث ہیں، علاوہ ازیں عمارتوں اور ضروری تعلیمی سامان کی کمی کی وجہ سے بہت سے مفید علمی و دینی منصوبے پوری توجہ و یکسوئی کے محتاج رہتے ہیں۔

ہماری خواہش اور درخواست ہے کہ آپ میں سے جن حضرات کو اللہ تعالیٰ توفیق دیں اور سہولت ہو وہ اپنی تشریف آوری سے حسب موقع ہمیں سرفراز فرمائیں، خود آکر ان نونہالان چمن کو دیکھیں، ان کی ضروریات کو سمجھیں، فی الوقت جو کام شروع کئے جا چکے ہیں یا مستقبل قریب میں فوری توجہ کے مستحق ہیں ان کی تفصیل درج ہے:۔

ایک نئے ہوسٹل کی ضرورت

رواق اطہر کی تکمیل کے باوجود بڑھتی ہوئی تعداد کی وجہ سے طلباء کے قیام کے نظم میں دشواری پیدا ہو رہی ہے۔ خاص طور سے بیرونی طلبہ کے قیام کا کوئی مستقل نظم نہیں ہے۔ سرپرستوں کے قیام کی سہولت بھی موجودہ اقامت گاہوں کی تنگی کی وجہ سے ممکن نہیں ہو سکی ہے، اس کے پیش نظر چوتھی اقامت گاہ کی تعمیر کی ضرورت ہے۔

اسٹاف کوارٹرس

حضرات اساتذۂ کرام کے لئے رہائشی مکانات کی ہمیشہ ضرورت رہتی ہے، چنانچہ چار دو منزلہ مکانات کی تعمیر مکمل ہو گئی جو زیر استعمال ہیں، لیکن مزید مکانات کی ضرورت ہے۔

کتب خانہ

دارالعلوم ندوۃ العلماء کا کتب خانہ ہندوستان کے گنے چنے کتب خانوں میں سے ایک معروف و مشہور کتب خانہ سمجھا جاتا ہے، جہاں علوم سے دلچسپی رکھنے والے بیرونی ممالک کے بھی لوگ استفادہ کرتے ہیں۔ یہ کتب خانہ دارالعلوم کے وسیع و عریض ہال میں عرصے قائم ہے، اس کے لئے علیحدہ عمارت کی ضرورت کا عرصے سے احساس ہوتا رہا، بحمد اللہ کتبخانہ کی تین منزلیں تعمیر ہو چکی ہیں اور باقی کام چل رہا ہے۔

دارتحفیظ القرآن الکریم

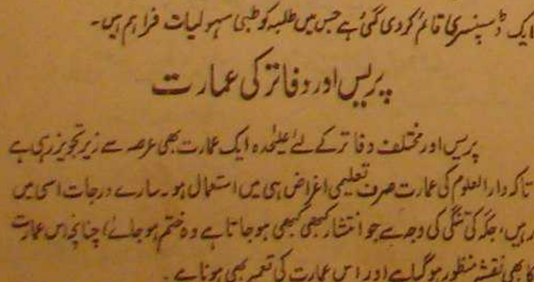

دارالعلوم ندوۃ العلماء نے جب دارالعلوم میں شعبۂ حفظ کا افتتاح کیا تھا، اسی وقت یہ ارادہ بھی کر لیا تھا کہ اس شعبہ کے لئے علیحدہ عمارت ہوگی جس میں تعلیم کے ساتھ رہائش گاہ کا بھی نظم ہوگا۔ اس عمارت کی تعمیر کا آغاز ہو چکا ہے۔ خدا کرے جلد اس کی تکمیل کی صورت ہو۔

رواق نعمانی مشرقی بازو

شبلی ہوسٹل میں طلبہ کی کثرت کی وجہ سے سال گزشتہ رواق نعمانی (شبلی ہوسٹل) کے مشرقی بازو کی تعمیر کا آغاز کیا گیا تھا۔ سامان کی گرانی اور نایابی کی وجہ سے حسب گنجائش کام آہستہ آہستہ ہو رہا ہے۔

توسیع مسجد دارالعلوم

دارالعلوم ندوۃ العلماء کی خوبصورت و عالیشان مسجد ابھی چند سال قبل توسیع کے مراحل سے گذر چکی ہے لیکن اب طلبہ کی تعداد و نمازیوں کی کثرت کی وجہ سے عرصے سے تنگی شروع ہو گئی تھی اس لئے محراب کی سمت مزید توسیع کر دی گئی ہے، اضافہ سہ منزلہ ہے اور مسجد کے مسقف حصہ کے بقدر توسیع ہو کر نماز کے لئے وسیع گنجائش نکل آئی ہے۔ انشاء اللہ اگلے تعلیمی سال کے وقت قابل استعمال ہو جائے گی۔

ڈسپنسری

طلبہ و اساتذہ کی سہولت اور اسپتالوں کی بھیڑ بھاڑ اور بے توجہی کو دیکھتے ہوئے ایک ڈسپنسری قائم کر دی گئی ہے جس میں طلبہ کو طبی سہولیات فراہم ہیں۔

پریس اور دفاتر کی عمارت

پریس اور مختلف دفاتر کے لئے علیحدہ ایک عمارت بھی عرصے سے زیر تجویز رہی ہے تاکہ دارالعلوم کی عمارت صرف تعلیمی اغراض ہی میں استعمال ہو۔ سارے دفاتر اسی میں رہیں، جگہ کی تنگی کی وجہ سے جو انتشار کبھی کبھی ہو جاتا ہے وہ ختم ہو جائے، چنانچہ اس عمارت کا بھی نقشہ منظور ہو گیا ہے اور اس عمارت کی تعمیر بھی ہونا ہے۔